www.kitabmart.in
ل محمدؐ کا دیوانہ
ہلول دانا
سیّدہ عابدہ برجس

قومی مُلوک طبع کہ از رُوئے سلطنت
گوئی کز احترام سلاطین کشورند
شاہانِ دلق پوش کہ گاہ حمایتی
زیرِ گلیمشان جم و خاقان کشورند
امروز از نعیم جہان چشم دوختہ اند
فردا خود از کرشمہ بفردوس ننگرند
منگر بہ چشم خوار در این پا برہنگان
نزد خرد عزیز تر از دیدہ ترند
آدمؑ بہشت را بدو گندم اگر فروخت
حقا کہ این گروہ بیک جَو نمی خرند

ترجمہ

یہ بادشاہوں کا سا مزاج رکھنے والے لوگ گویا بادشاہوں جیسے اِحترام کے مُستحق ہیں۔
اِن گُدڑی پوش بادشاہوں کے غُلام بھی اپنی گُدڑیوں میں جمشید اور اور خاقان کا سا وقار چھُپاتے پھرتے ہیں۔
انھوں نے آج دُنیا کی نعمتوں کو نظر انداز کر دیا ہے — اور کل یہ جنّت کو آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گے۔
ان برہنہ پا فقیروں کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو — کہ عقل کے نزدیک یہ ان آنکھوں سے زیادہ محترم ہیں جن میں خوفِ الٰہی سے آنسو چمکتے ہیں۔
ہاں — اگر آدمؑ نے جنّت کو گیہوں کے دو دانوں کے عِوض بیچ دیا تھا — تو سچ جانو کہ یہ دیوانے جنّت کو ایک جَو کے عِوض بھی نہیں خریدیں گے۔

نذرِ قارئینؔ

قارئینِ محترم ! بہلولؒ تاریخ کا ایک ایسا یگانۂ روزگار کردار ہے — جسے آلِ محمدؐ کے معجزے سے تعبیر کیا جائے تو غلط نہیں ہوگا — اِس نام کے کئی اور لوگ بھی گزرے ہیں — لیکن بہلولؒ سے مُراد عموماً وہی شخص لیا جاتا ہے — جس نے دیوانگی کا مفہوم بدل دیا اور دانشِ بُرہانی کے معنیٰ سمجھائے — تاریخ کے صفحات میں وہ واحد دیوانہ ہے — جو دانائے راز ہے اور وہ تنہا پاگل کہلانے والا ہے — جو دانشمندوں کو حِکمت و دانِش سکھاتا ہے — اُس نے ایک ایسی انوکھی راہ چُنی تھی — جو آج تک کسی کے قدموں سے پائمال نہیں ہوئی۔

بہلول کی ' ب ' پر پیش اور ' ہ ' پر جزم ہے — یہ نام ہنس مکھ، سچّے اور حاضر جواب لوگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے — بہلولؒ کی اِن ہی خوبیوں نے اس کا اصل نام فراموش کروادیا تھا — وہ ہر جگہ بہلولؒ ہی کہلواتا تھا — جس طرح وہ اپنے دَور میں ایک مقبول شخصیت تھا — اسی طرح ہر دَور میں وہ ایک پسندیدہ کردار رہا ہے — اس کی حکایات دلچسپی اور شوق سے کہی اور سُنی جاتی ہیں۔

اُس کا اصل نام وَہب بن عَمْرو۔ اور جائے ولادت کُوفہ بیان کی گئی ہے ــ وہ بغداد کے ثروَت مندوں میں سے تھا۔ بعض روایات میں اسے ہارون رشید کا قریبی رشتہ دار اور برادرِ مادری لکھا گیا ہے ــ وہ امام جعفرِ صادق علیہ السلام کے شاگردوں میں سے تھا ــ اُس نے ان کے فرزند امام مُوسیٰ کاظِم علیہ السلام کا زمانہ بھی دیکھا تھا ــ

قاضی نُوراللہ شوشتری ؒ کے بقول وہ ہارون رشید کے عہد کے دانشمندوں میں سے گزرا ہے ــ جو کسی مَصْلِحَت کے تحت دیوانہ بن گیا تھا۔ (مجالس المومنین)

اُس کی دیوانگی کے بارے میں دو روایات مشہور ہیں ــ

یہ بھی معروف ہے کہ اس نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی ہدایت پر دیوانگی کا لبادہ اوڑھ لیا تھا ــ اس طرح اس نے اپنی جان بھی بچالی اور اس دَور کے شاہی دربار کے لیے ایک ایسا نقّاد بن گیا ــ جو ہنسی ہی ہنسی میں انھیں آئینہ دکھاتا رہتا تھا ــ

امام مُوسیٰ کاظم علیہ السلام سے ہارون رشید عبّاسی کی مُخاصَمت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے ــ تاریخ نے امامِ عالی مقامؑ کی چودہ سال کی قید سخت اور زہر سے شہادت کا ذمّہ دار ہارون کو ہی ٹھہرایا ہے ــ

ایک روایت کے مطابق ــ ہارُون نے دیگر مُتّقی اور نَامُو

لوگوں کے ساتھ بُہلُول سے بھی امامِ معصومؑ کے قتل کا فتویٰ طلب کیا تھا۔۔۔ بُہلُول اِنکار کے نتائج سے خُوب واقِف تھا۔۔۔ اِس لیے اُس نے امام موسیٰ کاظمؑ سے رہنمائی کی درخواست کی اور ان کی ہدایت پر دیوانہ بن کر اپنی جان بچالی۔۔۔

اس کے بارے میں دوسری روایت یہ ہے۔۔۔ کہ بُہلُول کا جُرم آلِ محمدؐ سے عقیدت اور اِرادت مندی تھا۔۔۔ جو ہارون کے دَور میں قابلِ گردن زدنی جُرم قرار پایا تھا۔۔۔ جب بُہلُول کو پتہ چلا کہ اسے عنقریب گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے گا۔۔۔ تو اس نے اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ امامِ معصومؑ سے قید خانے میں رابطہ کیا۔۔۔

حالاتِ زمانہ کے پیشِ نظر امام مُوسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس کے سوال کا جواب صرف ایک حرف 'ج' کی صورت میں دیا جس سے بُہلُول پر 'جُنون' کے معنیٰ مُنکَشِف ہوئے۔۔۔ وقت اور حالات کے تقاضے کو سمجھتے ہوتے اس نے ایک ایسی پُر از حکمت دیوانگی اختیار کرلی۔۔۔ جسے اس دَور کی چلتی پھرتی اپوزیشن کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

بُہلُول جُرأت و بیباکی، حق گوئی اور مظلوموں کی حمایت کا عَلَمبَردار تھا۔۔۔ وہ اس دَور میں بادشاہ پر کُھلے بندوں تنقید کرتا تھا۔۔۔ جب کوئی بادشاہ کے خلاف زبان کھولنے کا تصوّر بھی

نہیں کرسکتا تھا ــــ اس کی دانشمندی اور ذہانت نے کبھی اس کا موقع نہیں دیا کہ اس کے کسی لفظ پر گرفت کی جا سکتی ــــ

بُہلول کے حالاتِ زندگی تو دستیاب نہیں ہیں ـ لیکن اس کی حکایات کے مُطالَعے سے اس کے جو خدّوخال اُبھرتے ہیں ــ وہ ایک غیر معمولی ذہین، دانشمند اور طبّاع شخص کی نشان دہی کرتے ہیں ــ وہ حقیقی معنوں میں ایک خُدارسیدہ عالِم اور نابغۂ روزگار تھا ــ وہ بہترین حِسِّ مزاح رکھتا تھا ــ اس دَور کے حالات اور مُعاشرت پر اس کی نگاہ گہری تھی ــ وہ ایک حیرت انگیز شگفتہ برجستگی کے ساتھ اپنی دیوانگی کا بھرم بھی رکھتا تھا ــ اور دیوانی بات بھی نہیں کہتا تھا ــ اس نے دیوانگی اور فرزانگی کو کچھ ایسے مُعجزانہ انداز میں ہم آہنگ کیا تھا کہ وہ نہ صِرف اس کی جان کی ضمانت تھی بلکہ مظلوموں کی حمایت کا ایک مؤثّر ذریعہ اور حکومتِ وقت پر کُھلی تنقید بھی تھی ۔

اس کی شگفتگی ، زندہ دلی اور بذلہ سنجی نے اسے ہر دور کا ایک ہر دلعزیز کردار بنا دیا ہے ــ تاریخ کے صفحات میں وہ ایک ایسا مُحَیِّرُالعُقول کردار ہے ــ جو دیوانہ بھی ہے اور لوگ اس کے فضل و کمال کے قائل بھی ہیں ــ وہ پاگل بھی کہلاتا ہے اور مشکل مسئلوں میں اس کی رائے کو اہمیت بھی دی جاتی ہے اس سب کے باوجود کوئی یہ ثابت نہیں کر پاتا کہ وہ دیوانہ نہیں ہے

ہے ۔ یہی اس کا کمال ہے کہ وہ درحقیقت آلِ محمدؐ کا
دیوانہ ہے ۔
اس کتاب کی تالیف میں کرمان محمود ہمت کی جمع کردہ
حکایات سے مدد لی گئی ہے اور ہم اس کا اعتراف شکریے کے
ساتھ کرتے ہیں ۔۔۔

سیّدہ عابدہ نرجس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
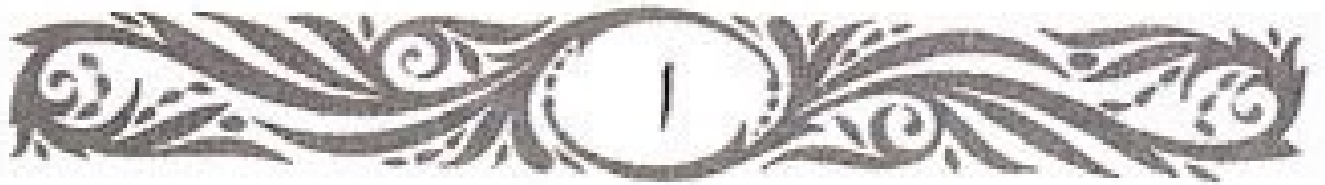
شہروں کے شہر بغداد کی پُر رونق شاہراہوں پر زندگی اپنی مخصوص گہما گہمی سے رواں دواں تھی ـــــ لوگ باگ اپنے روزمرّہ کے معمولات میں مصروف تھے۔ بازاروں میں خرید فروخت ہو رہی تھی اور گلی کوچوں میں لڑکے بالے کھیل کود میں مگن تھے۔ اچانک ـــــ اِک شور اٹھا ـــــ چہار جانب اِک ہلچل سی مچ گئی ـــــ لوگوں نے وہب کو دیکھ کر انگلیاں دانتوں میں داب لیں اور حیرت واستعجاب سے نیرنگیٔ دوراں کا کرشمہ دیکھنے لگے ـــــ

بغداد کا مشہور ثروت مند وہب بن عمروؔ[1] جو عبّاسی خلیفہ

---

[1] عُمرؔ اور عَمرؔ کا فرق ظاہر کرنے کے لیے عَمروؔ میں ر کے بعد و لکھا جاتا ہے جو کہ پڑھا نہیں جاتا۔

علوم کے حامل، آپ کے رموز و اسرار کا مخزن تھے ایسے رموز و اسرار جن کا متحمل بس وہی شخص ہو سکتا تھا جس کے ایمان کو اللہ نے پرکھ لیا ہو۔ امیرالمومنین میثم کو اتنی اہمیت دیتے، اتنی عزت و توقیر فرماتے کہ بازار میں ان کے پاس بیٹھا کرتے آنے جانے والے آپ کو دیکھتے کہ ان سے مصروفِ گفتگو ہیں، ان کو تعلیم فرما رہے ہیں، علوم الٰہیہ سے انہیں فیضیاب کر رہے ہیں۔ اہلِ علم و دیندار مومنین کی امیرالمومنینؑ کی نگاہوں میں وہ قدر و منزلت تھی اور اس طرح ان سے پیش آتے جیسے انہیں میں سے ایک ہوں۔ آپ ان کے پہلو بہ پہلو بیٹھتے اور ہر بات میں ان کو برابر کا درجہ دیتے۔

علم

خداوند عالم اور اہلِ ایمان کے نزدیک کوئی شخص علمِ دین ہی کی وجہ سے سربلند و سرفراز ہوتا ہے۔ جس کا جتنا علم ہوگا اسی لحاظ سے اس کا درجہ ہوگا۔ میثم دین و شریعت کے بیش از بیش علوم کے حامل ہونے اور علم کے مطابق عمل کرنے ہی کی وجہ سے سربلند ہوئے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ان کا بے پایاں علم اور امیرالمومنینؑ سے اکتساب و استفادہ باوجودیکہ بہت مختصر مدت اس کے لیے انہیں ملی صرف اس وجہ سے تھا کہ ان کی طبیعت پاکیزہ تھی۔ اور مبدءِ فیض کی طرف سے صلاحیت و استعداد لے کر آئے تھے۔

میثم کا علمی درجہ کتنا بلند تھا اس کا اندازہ ان کے فرزند صالح کی اس روایت سے ہوتا ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے درخواست کی کہ آپ مجھے حدیث کی تعلیم دیجئے۔ امام نے فرمایا کیا تم نے اپنے والد سے حدیثیں نہیں سنیں۔ صالح نے کہا نہیں۔ میں ان کی زندگی میں بہت کم سن تھا۔ امام محمد باقرؑ کا صریحی مطلب یہ تھا کہ میثم نے امیر المومنینؑ سے اتنے علوم حاصل کئے تھے کہ اگر صالح کو ان سے استفادہ کا موقع ملتا تو انہیں کسی اور کے پاس جانے کی ضرورت نہ ہوتی۔

عِلم المنایا والبلایا

یعنی موتوں کا عِلم اور ان واقعات وحادثات کا عِلم جن میں آئندہ لوگ مُبتلا ہونے والے تھے امیر المومنینؑ نے اپنے خاص الخاص اصحاب کو اس عِلم سے بہرہ مند کیا۔ میثم بھی اس عِلم کے امانت داروں میں سے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ انہیں کون قتل کرے گا اور کیونکر قتل کرے گا؟ وہ صرف اپنی ہی پیش آنے والی مصیبتوں سے آگاہ نہ تھے بلکہ دوسروں پر جو پیش آنے والی تھیں ان کا بھی انہیں عِلم تھا۔ چنانچہ بنی اسد کی بزم میں ان کی ملاقات حبیب بن مظاہر سے ہوئی، دونوں دیر تک رازو نیاز کی باتیں کرتے رہے۔ اسلسلۂ گفتگو میں حبیب بن مظاہر نے کہا، میں ایک گنجے سر اور بڑے شکم شخص کو دیکھ رہا ہوں جو دار الرزق

رہے تھے۔

اس کے برابر کھڑا ہوا ایک شخص بڑے غیر محسوس انداز میں مجمع سے علیحدہ ہوا اور اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ کچھ دُور تک دونوں اسی طرح چلتے رہے۔ پھر پہلے شخص نے اپنے عقب میں قدموں کی چاپ سے کسی اور کی موجودگی کا اندازہ لگایا اور غیرارادی طور پر پیچھے مُڑ کر دیکھا — دوسرے شخص نے اپنے قدموں کو تیز کیا اور اس کے برابر آگیا —

اس نے کھنکار کر گلا صاف کیا اور محتاط لہجے میں بولا — "اے مردِ بزرگ! میں نے آپ کی باتوں میں اَسرار کو بولتے سنا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہب کی دیوانگی میں جو حکمت پوشیدہ ہے آپ اس سے واقف ہیں — آپ مجھے خُدا رسیدہ معلوم ہوتے ہیں۔ میں آپ جیسے لوگوں کی گفتگو میں اپنے لیے ہدایت و رہنمائی تلاش کرتا ہوں — کیا ایسا ممکن ہے کہ آپ مجھے وہب کی حالت کی کچھ خبر دے دیں" —

اس مردِ بزرگ نے ایک تیز نگاہ اس پر ڈالی۔ اور بے نیازی سے کہا — "اے بندۂ خدا! تو کسی عظیم غلط فہمی کا شکار معلوم ہوتا ہے — جا اور اپنی راہ لے — مجھے بھلا وہب سے کیا سروکار" —

اس شخص نے بزرگ کا دامن پکڑ لیا ـــــ "بخدا میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوں ــ میں نے عالموں اور برگزیدہ لوگوں کی صحبت میں وقت گزارا ہے ــ آپ جیسے لوگ تو حکمت و دانش کے سرچشمے ہیں۔ اگر آپ اس لیے مجھ سے کلام نہیں کرنا چاہتے کہ حالاتِ زمانہ دِگرگوں ہیں اور خلیفہ ہارون کے جاسوسوں اور عام لوگوں میں تمیز کرنا مشکل ہوگیا ہے ــ تو میں خُدا کی قسم کھا کر آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ جو کچھ بھی فرمائیں گے وہ میرے پاس امانت کی طرح محفوظ رہے گا ــ اگر میں اس میں خیانت کروں تو اللہ مجھے وہی سزا دے جو خائن کی ہے"ــ

اس مردِ بزرگ نے اس کی طرف گھُور کر دیکھا۔ اور بیزاری سے کہنے لگا ـــــ "اے شخص! تو کس قدر باتونی اور گفتگو کا شائق ہے۔ میں نے تجھ سے کہہ جو دیا کہ میں اِس بارے میں کچھ نہیں جانتا" ـــــ وہ اتنا کہہ کر آگے بڑھ گیا ـــــ

مگر اس شخص نے پیچھا نہیں چھوڑا اور اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا بولا ـــــ "میں خُدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا ہارون رشید اور اس کے حواریوں سے کوئی تعلق نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ ان تین اشخاص میں سے ایک ہیں

جنھوں نے امام موسیٰؑ بن جعفرؑ — میرے ماں باپ ان پر فِدا ہوں — سے قید خانے میں رابطہ کیا تھا اور وَہب بھی اس وقت آپ کے ساتھ تھا" —

وہ مردِ بزرگ ٹھِٹھک کر رُک گیا اور خشمگین لہجے میں بولا — "اگر تُو اتنا کچھ جانتا ہے تو پھر میرے پیچھے کیوں پڑا ہے — تجھے میرے بیان کی کیا حاجت ہے —؟"

"میں اہلِ بیتؑ کا دوست دار ہوں — میں اس کٹھن وقت کی سختیوں سے واقف ہوں جو آلِ محمدؐ کے بہی خواہوں کو درپیش ہیں — امام وقت موسیٰؑ بن جعفرؑ مسلسل قید میں ہیں — زندان کے دربانوں کی ان پر سختیاں دیکھ کر دل خُون کے آنسو روتا ہے — مگر افسوس کہ ہم بے بس ہیں اور شاید بُزدل بھی — یقیناً خدا کے یہاں ہم اس کے لیے جواب دِہ ہوں گے — ان سے رابطے کا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے — مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ نے کسی طرح ان سے رابطہ کیا ہے — تو میں نے سوچا آپ سے ہدایت اور بصیرت حاصل کروں" —

وہ مردِ بزرگ گومگو کی سی کیفیت میں کچھ سوچتا رہا پھر اِدھر اُدھر دیکھ کر بولا — "اگر تم سچ کہہ رہے ہو — تو اُسے ثابت کرو" —

"بسر و چشم ـــ آپ میرے ہمراہ تشریف لے چلیے
ـــ میری زوجہ مدینے کی ہے اور آلِ محمدؐ کی آزاد کردہ
کنیز ہے ـــ ہماری دولت مودّتِ اہلِ بیتؑ ہے ـــ
آپ جیسی چاہیں مجھ سے قسم لے لیں" ـــ جیسا چاہیں اطمینان
کر لیں" ـــ اس نے پوری سچّائی سے کہا۔

مردِ بزرگ نے اس کی آنکھوں میں دیکھا جو اس کے
لفظوں کی تائید کر رہی تھیں اور کچھ سوچ کر اس کے ساتھ
روانہ ہو گیا۔ اس کے گھر پہنچ کر جب اس نے اچھی طرح
سے اطمینان کر لیا کہ اس کی گفتگو غیر محفوظ نہیں ہو گی۔
تو بولا : ـــ

"سُن ـ اے بندۂ خدا ـــ!!! تُو حالاتِ زمانہ کو
جانتا ہے اور تجھ سے یہ بھی پوشیدہ نہیں کہ لوگوں کی
ہمدردیاں عبّاسیوں کو اِس لیے حاصل ہوئی تھیں کہ
انھوں نے آلِ محمدؐ کی حمایت اور اِعانت کا نعرہ لگایا
تھا ـ ان کا حق ان تک پہنچانے کا وعدہ کیا تھا ـ مگر
افسوس کہ انھوں نے نہ صرف آلِ محمدؐ کا حق نہیں پہچانا
ـــ بلکہ لوگوں کی ان کے ساتھ عقیدت اور محبّت دیکھ کر
انھیں اپنی سلطنت کے لیے خطرہ تصوّر کرنے لگے" ـــ
"اُن کے دن رات اِسی کوشش میں صرف ہوتے

ہیں کہ کس طرح امام موسیٰؑ بن جعفرؑ سے لوگوں کی توجّہ ہٹا سکیں۔ اِسی لیے یہ ہر اُس شخص کی جان کے دُشمن ہوجاتے ہیں جو آلِ محمدؐ سے عقیدت رکھتا ہے ۔۔۔ ہمیں یہ اِطّلاعات برابر مل رہی تھیں کہ ہم محبّتِ آلِ محمدؐ کے جُرم میں عنقریب ہارون کے زیرِ عتاب آنے والے ہیں۔ اِسی لیے ہم نے باہم مشورہ کیا لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔"

"بالآخر یہی فیصلہ کیا کہ امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے رہنمائی حاصل کی جائے ۔۔۔ ان کی قید کے احوال سے تو تم واقف ہو کہ ان کے دربان چُن چُن کر شقی القلب اور دشمنِ اہلبیتؑ رکھے جاتے ہیں ۔۔۔ ان سے ملنے پر سخت پابندی ہے ۔۔۔ لیکن کسی نہ کسی طرح ہم نے اپنا مسئلہ ان کی خدمت میں پہنچا ہی دیا"۔۔۔

"اگلے روز صبح صادق کے وقت زندان سے مٹی کی ایک ٹھیکری گری ۔۔۔ ہم پہلے ہی اِس تاک میں تھے ۔۔۔ ہم نے بڑی رازداری سے وہ ٹھیکری اُٹھالی ۔۔۔ میں قُربان جاؤں اپنے امامؑ پر" ۔۔۔ اس کا لہجہ گلوگیر ہوگیا اور وہ رُک کر آنسو پونچھنے لگا ۔۔۔ دوسرے شخص کی آنکھوں سے بھی آنسو گرنے لگے ۔۔۔

اس مردِ بزرگ نے سرد آہ بھری ۔۔۔ "امام پر قید خانے

میں اِس قدر سختی ہے کہ انھوں نے مٹّی کی اس ٹھیکری پر حُروفِ تہجّی میں سے صِرف ایک حَرف لکھا تھا۔

"وہ کیا"—؟؟ اس شخص نے بے تاب ہوکر سوال کیا—

"اس ٹھیکری پر حَرف"جیم" لکھا ہوا تھا— فرزندِ رسولؐ کے عطا کردہ اس ایک حَرف نے ہم پر حکمت کے دروازے کھول دیے— ہمیں اپنی مشکل کا حل از خُود مِل گیا جو ہمارے حالات کے ساتھ میل کھاتا ہے۔ ہمارا تیسرا ساتھی، جس کا نام ظاہر کرنا ضروری نہیں، —اس نے"ج" سے"جِلا وطنی"مُراد لیا— وہ آج رات یہ شہر چھوڑ دے گا— میرے وِجدان میں"ج" سے"جَبَل" کا اِنکِشَاف ہوا ہے— میں پہاڑوں پر اپنے آبائی مکان میں پناہ لوں گا— اور ہمارے دوست وَہَب بن عَمَرو کے لیے یہ حرف"ج" جُنون کی علامت بنا ہے— اور تم دیکھوگے کہ آلِ محمدؐ کے اِس دیوانے کی دیوانگی فرزانوں کو شرما دے گی"—
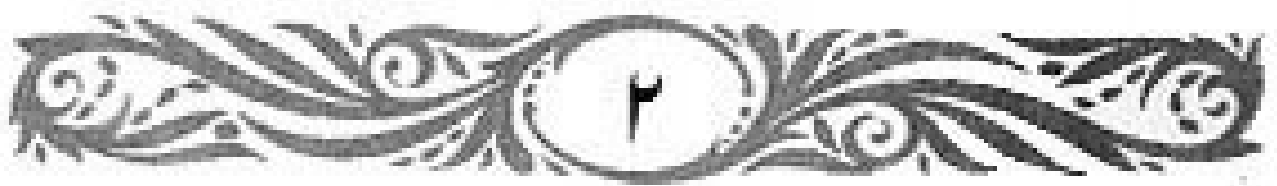
وہَب بن عَمَرو بچّوں کے ہُجوم میں بچّہ بنا ہوا—

دیوانوں کی سی حرکتیں کرتا ___ بالآخر ایک ویرانے میں آن اُترا۔ وہ بچّوں کے ساتھ دوڑ کر ہانپ گیا تھا اور کچھ تھکاوٹ بھی محسوس کر رہا تھا۔ وہ اپنے عَصا کے فرضی گھوڑے

پر سے اُترا اور بچّوں سے بولا : ___

"میرا گھوڑا تھک گیا ہے ___ اسے بُھوک بھی لگی ہے ___ اب یہ آرام کرنا چاہتا ہے" ___ اس نے عَصا کو گھوڑے کی طرح چمکار کر کھنڈر کی شکستہ دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا ___ بچّے کھِلکھِلا کر ہنس پڑے ___ "اے وَہَب! ___ کیا تمھارا گھوڑا گھاس کھاتا ہے ___؟

"ہاں ___ ہاں ___ یہ تمھاری عقل کے ساتھ ہر روز گھاس چَرنے جاتا ہے" ___ وَہَب نے شوخی سے جواب دیا۔

"اچّھا ___ اور یہ پانی بھی پیتا ہے" ___؟ ایک اور شریر بچّے نے سوال کیا ___

"ہاں ___ یہ پانی بھی پیتا ہے ___ مگر تمھارے خلیفہ کے پیمانے میں" ___ وَہَب ہنسا ___

بچّے بھی اس کی ہنسی میں شریک ہو گئے اور مچل مچل کر بولے ___ "اے وَہَب! ___ ہمیں بھی اپنے گھوڑے کی سواری کراؤ" ___

وَہَب نے انھیں پرے دھکیلا ___ "خبردار ___ کوئی قریب

نہ آئے — میرے گھوڑے کا مزاج شاہانہ ہے — کسی کو لات

مار دی تو مجھے نہ کہنا" —

بچّے ہنسنے اور تالیاں بجانے لگے — وَہب نے دیوار کے ساتھ ٹیک لگالی اور گہرا سانس لے کر بولا — "اچھا دوستو! — اب مجھے کمر سیدھی کرنے دو اور تم اپنے اپنے گھروں کو جاؤ" —

بچّے کچھ دیر اس کے ساتھ چھیڑخانی کرتے رہے۔ جب وَہب نے ان کی طرف کوئی توجّہ نہیں دی — تو وہ ایک ایک کرکے اپنے اپنے گھروں کو لَوٹ گئے — وَہب نے اسی کھنڈر میں ڈیرا جمالیا۔

اس کے گھر والے پریشان ہوئے — اس کے عزیز رشتہ دار اکٹھے ہوئے اور لوگوں سے پوچھتے، معلوم کرتے اسی کھنڈر تک آ پہنچے جہاں وَہب نے بسیرا کیا تھا — دیکھا کہ وہ ننگی زمین پر اپنے بازو کا تکیہ بنائے چین کی نیند سو رہا ہے — اس کی یہ حالت دیکھ کر اس کے عزیزوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے — کچھ اظہارِ افسوس کرنے لگے۔ ایک نے جُھک کر اس کا شانہ ہلایا — "وَہب — وَہب —!! اُٹھو — جُنون کی اِس نیند سے جاگو — آنکھیں کھولو" —

وَہب ہوشیار ہوا اور اس نے نیند سے بھری آنکھیں

کھول کر اپنے چاروں طرف جمع شناسا چہروں کو دیکھا جن پر دُکھ اور تفکّر کی لکیریں تھیں ــــ وہ ہمدردی سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے ــــ

"کیا بات ہے ـــ؟" وَہَب نے اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"وَہَب اٹھو ـــ گھر چلو" ـــ ایک عزیز نے قریب بیٹھ کر اس کی عَبا سے گرد جھاڑتے ہوئے کہا۔

"یہ بھی تو گھر ہے" ـــ وَہَب نے کھنڈر کی ٹوٹی ہوتی دیواروں کی طرف اِشارہ کیا ـــ "بھلا اس میں کیا کمی ہے ـــ نہ ہمسائے کا جھگڑا ـــ نہ مالکِ مکان کا خوف ـــ نہ دربان کی مصیبت ـــ نہ چور کا ڈر" ـــ

"کیسی باتیں کر رہے ہو وَہَب" ـــ کوئی اُنسیت سے بولا ـــ

"میں تمھاری زبان ہی تو بول رہا ہوں" ـــ وَہَب نے جواب دیا ـــ

"تمھاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے" ـــ کوئی بولا ـــ

"میری طبیعت بالکل ٹھیک ہے ـــ میں بہت مزے میں ہوں" ـــ وَہَب نے کمال بے نیازی سے جواب دیا

"نہیں ـــ تم بیمار ہو ـــ تمھیں علاج کی ضرورت ہے" ـــ کسی عزیز نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"بیمار تو سب ہی ہیں — علاج کی کس کو ضرورت نہیں — وَہب ہنسا اور رازداری سے بولا — "تم خود ہی کہو — کیا خلیفہ کیا وزیر کیا کوتوال اور کیا داروغہ — ان میں سے کون ہے۔ جسے علاج کی ضرورت نہیں" —

"ہماری بات سمجھنے کی کوشش کرو — یہ جگہ تمھارے شایانِ شان نہیں" — اس کے رشتہ دار پریشان ہو گئے۔

"بھلا یہ میرے شایانِ شان کیوں نہیں — یہ خلیفہ کے محل سے تو بہتر ہے کہ روزِ حشر مجھ سے اس کے بارے میں کوئی بازپُرس تو نہیں ہوگی" —

اس کے رشتہ دار زچ ہو گئے — انھوں نے بہتیری کوشش کی کہ اسے گھر لے جائیں اور اس کے جُنون کا کچھ علاج ہو جائے — لیکن وہ قطعاً رضا مند نہیں ہوا۔
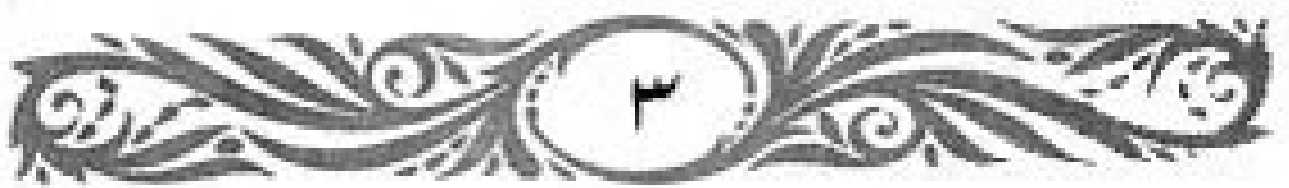
اب وہ فرشِ خاک، شکستہ دیواریں اور کھُلا آسمان ہی اس کا گھر تھا۔ وہ آرام و آسائش سے بے نیاز ہو گیا تھا نعمت ہائے دُنیا سے اس نے مُنہ موڑ لیا تھا — اسے رشتوں اور قرابتوں کی پَروا نہیں رہی تھی۔ وہ رُوکھے سُوکھے چند ٹکڑوں پر گزر بسر کرتا تھا اور ننگی زمین پر اپنے بازو کے

تکیے پر چین کی نیند سوتا تھا۔

وہ بچّوں کا سب سے زیادہ دوست تھا —— ان کی معصومیت اور منچلا پن اسے بھاتے تھے۔ وہ پہروں ان کے ساتھ بچکانہ حرکتیں کرنے میں مصروف رہتا اور کھیل کود میں انھیں کام کی باتیں بتاتا —— کوئی راہ گیر اسے مخاطب کرلیتا یا کوئی جاننے والا اس سے پوچھتا : ——

"وَہب ! تم نے یہ کیا حالت بنالی ہے" —— ؟

تو وہ بڑی شگفتگی سے کوئی ایسی پہلودار بات کہہ دیتا —— جو مخاطَب کو محظوظ کرتی —— لیکن بے معنیٰ نہیں ہوتی تھی —— غور کرنے پر اس میں کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ نظر آتی تھی۔

اِس عالمِ دیوانگی میں پُورا شہر اس کی دسترس میں تھا —— وہ اپنے مَن کی موج میں جہاں چاہتا پہنچ جاتا اور جس کو چاہتا اپنے شگفتہ لفظوں میں آئینہ دکھا دیتا —— عوام مشکل میں ہوتے تو ہنسی ہنسی میں ان کا مسئلہ حل کردیتا —— اور اگر خَواص حُدود سے تجاوُز کرتے تو باتوں باتوں میں انھیں لگام دے دیتا۔ اس کی بَذلہ سَنجی میں چھپی ہوئی ذہانت اور دانشمندی آہستہ آہستہ لوگوں کو قائل کرنے لگی۔

○
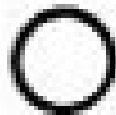
ایک بدکردار شخص نے اس کا مذاق اُڑانے کو شرارت
سے کہا :—
"اے وَہب! — کیا تو نے کبھی شیطان کو دیکھا ہے
—؟ میرا بہت جی چاہتا ہے کہ میں شیطان کو دیکھوں"—
"تیری یہ خواہش تو بڑی آسانی سے پوری ہو سکتی
ہے"— وَہب نے سنجیدگی سے جواب دیا۔
"وہ کِس طرح"—؟؟ اس شخص نے پوچھا۔
"تیرے گھر میں آئینہ تو ہوگا— اگر نہیں تو صاف
پانی میں دیکھ لینا— تجھے شیطان کی زیارت ہو جائے گی"
— اس شخص کو بھاگتے ہی بن پڑی۔

○
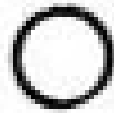
اُن ہی دنوں امیرِ کُوفہ اسحاق بن محمد صباح کے یہاں
لڑکی کی ولادت ہوئی— پتہ چلا کہ وہ لڑکی کی پیدائش پر
بہت رنجیدہ ہے۔ کسی سے نہیں ملتا۔ نہ ہی مُبارکباد
وصول کرتا ہے۔ وَہب کو خبر ہوئی تو وہ اپنی گدڑی شانے
پہ ڈالے اس کے یہاں پہنچا اور بولا :—
"اے اسحاق! میں نے سُنا ہے کہ تو لڑکی کی پیدائش
پر بہت افسردہ ہے— نہ کھاتا ہے— نہ پیتا ہے"—
"کیا کروں— دل ہی نہیں چاہتا"— وہ ٹھنڈی سانس

بھر کر بولا ـــ "مجھے بیٹے کی بڑی آرزو تھی ـ مگر افسوس کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے لڑکی دے دی" ـــ

"کمال ہے" ـ وَہب نے بے ساختہ کہا ـــ "تو اس پر راضی نہیں کہ اللہ نے تجھے صحیح و سالِم بیٹی دی ہے ـ اگر وہ تجھے مجھ جیسا پاگل بیٹا دے دیتا تو پھر" ـــ ؟

اسحاق کو اس کی بے ساختگی پر ہنسی آ گئی ـ لیکن وہ اس کی تہ میں چھپی ہُوئی حِکمت کو جان گیا اور خُدا کا شکر بجا لایا ـــ اپنا سوگ توڑا اور لوگوں کو اجازت دی کہ وہ اس کے پاس تبریک پیش کرنے کے لیے آئیں ـ

○
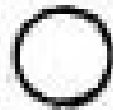
وہ اپنی دیوانگی کے باوجود نماز کے وقت مسجد میں پہنچ جاتا تھا ـــ ایک روز ابھی اس نے جوتے نہیں اتارے تھے کہ اس نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اس تاک میں ہے کہ اس کے جوتے چُرائے ـــ وَہب بہت دیر اس انتظار میں رہا کہ وہ شخص اِدھر اُدھر ہو ـــ تو وہ اپنے جوتے اُتار کر نماز میں شامل ہو ـــ مگر وہ نہیں ٹلا اور نماز کے لیے صفیں درست ہو گئیں ـ

وَہب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ـــ دوڑ کر آگے بڑھا اور جُوتوں سمیت ہی نماز کے لیے کھڑا ہو گیا ـــ اس شخص نے

مایوس ہوکر اسے ٹوکا — "او دیوانے! — یہ کیا کر رہے ہو؟
جُوتوں سمیت نماز نہیں ہوتی"—
"نماز نہیں ہوتی تو نہ ہو — مگر جُوتے تو ہوتے ہیں"—
وَہب نے جواب دے کر نیّت باندھ لی۔

○
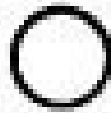
وہ گلیوں اور بازاروں میں اپنے معصوم ساتھیوں کے ساتھ چُہلیں کرتا پھرتا — کہیں کوئی غیر معمولی بات دیکھتا۔ تو وہیں رُک جاتا اور اپنی بَذلہ سَنجی سے لوگوں کو ہنسنے، مُسکرانے پر مجبور کر دیتا۔

ایک روز وہ اپنے شریر ساتھیوں کے ساتھ بھاگا جا رہا تھا کہ اس نے سرِ بازار ایک مجمع لگا ہوا دیکھا — اس نے اپنی چھڑی کھٹکھٹائی — لوگوں کے کندھے دباتے — کسی کی بغل میں جھانکا — کسی کو پَرے ہٹایا اور ہُجوم کے درمیان سر جا نکالا۔

لوگوں نے اسے دَھکّے دیے — بُرا بھلا کہا — لیکن اس نے پروا نہیں کی — دیکھا کہ شہر کا داروغہ ایک عجیب دعوٰی کر رہا ہے —

"اے لوگو — ! میری بات غور سے سُنو — میں ایک ایسا ہوشیار آدمی ہوں کہ مجھے کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا"—

"بیشک! بیشک ـــ!! داروغہ جی! آپ بالکل درست فرماتے ہیں" ـــ

"مرحبا ـــ مرحبا ـــ کیا کہنے ـــ!!! داروغہ کا دعویٰ بالکل حق ہے" ـــ

"کسی کی کیا مجال کہ داروغہ صاحب کو دھوکا دے سکے" ـــ مجمع میں سے اس کے خوشامدی بھانت بھانت کی بولیاں بولنے لگے ـــ ہر طرف سے داد و تحسین کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔

وہب نے اپنی چھڑی زمین پر زور سے مار کر انھیں اپنی طرف متوجّہ کیا اور بولا ـــ "داروغہ جی! مجھے بھی کچھ کہنے کی اجازت ہے" ـــ؟

"اچھا ـــ تو تم بھی بولو گے ـــ بولو ـــ کیا کہتے ہو؟" اس نے نخوت سے کہا۔

وہب نے سنجیدگی سے کہا ـــ "داروغہ جی! گستاخی معاف! یہ دیوانہ آپ کے اس دعوے کو چٹکیوں میں باطل کر سکتا ہے ـــ مگر یہ کوئی ایسا مفید کام نہیں، جس پر وقت ضائع کیا جائے" ـــ

"اس کی صورت دیکھو ذرا ـــ اور اس کا دعویٰ دیکھو" ـــ کسی نے تمسخر سے کہا۔

"او دیوانے ـــ داروغہ صاحب کی عقل کے سامنے بھلا تیری کیا حقیقت ہے ؟" ـــ کِسی اور نے آوازہ کسا۔

داروغہ نے مونچھوں کو تاؤ دیا ـــ "ہاں ـ ہاں ـ تم جیسا پاگل تو مجھے ضرور دھوکا دے سکتا ہے"ـــ

"میں پاگل ہوں یا کچھ ـ اگر مجھے اس وقت ایک ضروری کام نہ ہوتا تو میں آپ کو اسی وقت ایسا جھانسا دیتا کہ آپ اور آپ کے پیچھے ہمیشہ یاد رکھتے"ـــ

"بڑی اُونچی ہَواؤں میں ہو میاں دیوانے ـ مجھے کوئی جلدی نہیں ہے ـــ میں یہیں بیٹھا ہوں ـــ تم اپنا کام کرکے واپس آؤ اور اپنے دعوے کو ثابت کرو" ـــ داروغہ نے ڈپٹ کر کہا۔

وَہَب نے اپنی چھڑی سنبھالی اور عُجلت میں یہ کہتا ہوا مُڑا ـــ "داروغہ صاحب! اب اپنے وعدے سے پھر مت جائیے گا ـــ یہیں میرا انتظار کیجیے گا ـ بس گیا اور آیا" ـــ وہ جس طرح مجمع میں آیا تھا، اسی طرح باہر نکل گیا۔

داروغہ پھر اپنی شیخی بگھارنے میں مصروف ہوگیا ـــ اس کے خوشامدی بڑھ بڑھ کر داد دینے لگے ـ کافی وقت گزر گیا ـــ داروغہ بے چین ہوا ـــ "کافی دیر ہوگئی ہے اور وہ دیوانہ پلٹ کر نہیں آیا"ـــ

لوگوں نے بھی محسوس کیا کہ وقت گزرتا جارہا ہے اور وَہب کا دُور دُور تک کوئی پتہ نہیں ــــ مگر انھوں نے داروغہ کو تسلّی دینے کی کوشش کی ــــ "داروغہ جی! وہ ہے بھی تو دیوانہ ــ راہ میں کہیں بچّوں کے ساتھ کھیل میں لگ گیا ہوگا" ــــ

کچھ اور وقت گزرا ــ لیکن وَہب واپس نہیں آیا ــ مجمع میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں ــ آنکھوں آنکھوں میں اشارے ہونے لگے ــ کچھ ہونٹوں پر مسکراہٹیں بھی نمودار ہوئیں ــــ بعض لوگ اکتا کر گھروں کو جانے لگے ــــ

داروغہ کو بھی اندازہ ہوگیا کہ پاگل وَہب اسے پاگل بنا کر چلا گیا ہے اور اب وہ پلٹ کر نہیں آئے گا ــــ وہ خجل ہوکر بڑبڑایا :ــــ

"یہ پہلی بار ہے کہ مجھے کسی نے دھوکا دیا ہے" ــــ

"اور وہ بھی ایک دیوانے نے" ــــ مجمع میں سے کسی نے بے ساختہ کہا تو قہقہوں سے فضا گُونج اٹھی ــــ

○
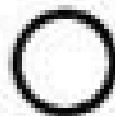
جلد ہی وَہب کی اس بَذلہ سَنجی، شوخی، ذہانت اور شگُفتہ دانِش مندی کا سارے شہر میں شُہرہ ہوگیا۔ اس کی دیوانگی میں چھپی ہوئی فرزانگی اور اس کے پاگل پن میں پوشیدہ

ہوش رُبا حقائق نے عوام کو اس کے قریب کر دیا — وہ نہ کسی کو ستاتا تھا، نہ پریشان کرتا تھا اور نہ نقصان پہنچاتا تھا، البتہ اپنے جُنون میں اپنی دانشمندی کو چھپائے ہر وقت لوگوں کی مدد کرنے کو تیار رہتا تھا۔

جلد ہی وہ بغداد کا ایک ایسا پسندیدہ کردار بن گیا کہ لوگ اس کے گرویدہ ہو گئے اور محبّت سے اسے بُہلُول کہنے لگے — جس کے معنیٰ ہیں ہنس مُکھ، خوب صورت اور نیکیوں کا مجموعہ۔

بُہلُول کا لفظ عموماً چُٹکلے باز، حاضر جواب اور سچّے لوگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے — رفتہ رفتہ یہ نام یوں زبان زدِ عام ہو گیا کہ اس کا اصل نام فراموش ہو گیا۔ اب کوئی بھی اُسے وَہب نہیں کہتا تھا — وہ سب کے لیے بُہلُول تھا اور سب کا بُہلُول تھا — اس کی دانائی اور حِکمت نے اسے ایک پاگل اور دیوانے سے بڑھ کر عاقِل و دانا مشہور کر دیا تھا —

۴

ہارون رشید تک یہ خبریں مُتواتِر پہنچ رہی تھیں کہ اس کا رشتہ دار وَہب بن عَمرو دیوانہ ہو گیا ہے — اس نے دُنیا کی

شان وشوکت سے مُنہ موڑ کر خاک نشینی اختیار کرلی ہے۔
وہ اپنی گدڑی میں مَست ویرانے میں بیٹھا رُوکھی سُوکھی پر گزارہ کرتا ہے — مگر ہارون کو یقین نہیں آیا — اس نے صحیح صورت حال جاننے کے لیے اپنے مُقربوں کو بُلایا —
"کچھ وَہب بن عمرو کا حال کہو — ہم نے سُنا ہے کہ وہ دیوانہ ہوگیا ہے" —
"عالی جاہ — اب تو اسے وَہب کوئی بھی نہیں کہتا — اب تو بچّہ بچّہ اسے بُہلُول کہتا ہے" — ایک امیر نے اطلاع دی —
"اچھا" — !!! ہارون نے دلچسپی سے پوچھا — "یہ نیا خطاب اسے کس نے دیا ہے" — ؟
"ظلِّ الٰہی — ! وہ ہنس مُکھ تو پہلے ہی تھا — دیوانگی نے اسے کچھ اور بھی خُوش طبع بنا دیا ہے — اب تو وہ بعض اوقات مسخروں کی سی حرکتیں کرنے لگتا ہے — لوگوں کو ہنساتا اور خُوش کرتا ہے — اس لیے سب اسے بُہلُول کہنے لگے ہیں" — امیر نے وضاحت کی۔
"ہُوں" — !!! ہارون نے غور کرتے ہوئے کہا — "اسے کسی طبیب کو دکھایا ہے تاکہ اس کا کچھ علاج ہوجائے" —
"عالی جاہ — ! اس کے گھر والوں نے بہت کوشش کی ہے

لیکن وہ کسی طرح رضا مند نہیں ہوتا" — وزیر نے جواب دیا۔

"کھاتا پیتا کہاں سے ہے اور دن بھر کیا کرتا رہتا ہے" — ہارون نے اِستِفسار کیا۔

"اس کے عزیز اسے کھانا پہنچاتے تو ہیں — مگر وہ صرف رُوکھی سُوکھی پر ہی گزارا کرتا ہے — بعض اوقات خود بھی مزدوری کر لیتا ہے — اس نے ایک کھنڈر میں ڈیرہ جما رکھا ہے — دن بھر لڑکوں بالوں کے ساتھ دوڑتا پھرتا ہے — کبھی کبھی خُوب مسخرہ پن کرتا ہے۔ جس سے محض ایک پاگل نظر آتا ہے — مگر بعض اوقات ایسی پتے کی بات کہہ جاتا ہے — کہ سُننے والے دَنگ رہ جاتے ہیں" — وزیر نے تفصیل سے جواب دیا —

"حضور اگر اجازت دیں — تو میں عرض کروں کہ اس نے کل کیا کیا ہے"! — ایک درباری نے مؤدّب لہجے میں پُوچھا —

"اجازت ہے" — ہارُون نے اجازت دی۔

"کل بغداد کے بڑے بازار میں ایک فقیر نانبائی کی دکان کے سامنے سے گزر رہا تھا۔ اس نے اَنوَاع و اَقسام کے کھانے چُولہوں پر چڑھا رکھے تھے۔ جس سے بھاپ نکل رہی تھی۔ ان کھانوں کی خُوشبُو ان کی لذّت کا پتہ دے رہی تھی

اور ارد گرد گزرنے والوں کو اپنی طرف متوجّہ کر رہی تھی۔"

"بیچارے فقیر کا دل بھی للچایا — لیکن غریب کی گرہ میں مال کہاں تھا — جو ان کھانوں کی لذّت خرید سکتا — مگر وہاں سے ہٹنے کو بھی اس کا دل نہیں چاہتا تھا — کھانوں کی خوشبو اس کی بھوک بڑھا رہی تھی — بالآخر اس نے اپنے تھیلے میں سے سوکھی روٹی نکالی اور کھانے کی دیگ کی بھاپ سے اسے نرم کر کے کھانے لگا، جس میں کھانے کی خوشبو بسی ہوئی تھی۔

نانبائی چپ چاپ یہ تماشا دیکھتا رہا — جب فقیر کی روٹی ختم ہو گئی اور وہ چلنے لگا — تو نانبائی نے اس کا راستا روک لیا — "کیوں او مُسٹنڈے — کہاں بھاگا جاتا ہے — لا میرے پیسے نکال"—

"کون سے پیسے"— ؟ فقیر نے ہک دک ہو کر پوچھا۔

"اچھا — !!! کون سے پیسے"— اس نے لفظ چبا کر اُگلے — "ابھی جو تو نے میرے کھانے کی بھاپ کے ساتھ روٹی کھائی ہے — وہ کیا تیرے باپ کی تھی — اس کی قیمت کون چُکائے گا"—

"عجیب انسان ہو تم — وہ بھاپ تو اُڑ کر ہوا میں مل رہی تھی — اگر میں نے اس کے ساتھ روٹی کھا کر خود کو بہلانے

کی کوشش کی ہے تو اس میں تیرا کیا چلا گیا ہے جس کی میں قیمت ادا کروں"۔۔۔ فقیر نے پریشان ہو کر کہا۔۔۔

"بس۔۔۔ بس۔۔۔!!! اب اِدھر اُدھر کی باتیں مت کر۔۔۔ میں تیری جان ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔۔۔ میں اپنا مال وصول کر کے رہوں گا"۔۔۔ نانبائی نے اس کا گریبان پکڑ لیا۔

فقیر بچارا پریشان ہو گیا کہ اس ہٹے کٹے نانبائی سے کس طرح جان چھڑائے۔ ان کی تکرار بڑھتی جا رہی تھی۔ کہ بہلول ادھر سے گزرا اور ان کے قریب رک کر ان کی باتیں سننے لگا فقیر نے اپنا ہمدرد سمجھ کر ساری بات اسے سنائی۔ تو وہ نانبائی سے بولا۔۔۔ بھائی! یہ تو بتاؤ کہ کیا اس غریب آدمی نے تمھارا کھانا کھایا ہے"۔۔۔

"نہیں۔۔۔ کھانا تو نہیں کھایا۔۔۔ مگر میرے کھانے کی بھاپ سے فائدہ تو اٹھایا ہے۔۔۔ میں نے اسی کی قیمت مانگی ہے۔۔۔ لیکن اس کی سمجھ میں یہ بات ہی نہیں آتی"۔ نانبائی نے بتایا۔

"بالکل درست کہہ رہے ہو برادر۔۔۔ بالکل درست"۔۔۔ بہلول نے سر ہلایا اور اپنی جیب سے مٹھی بھر سکّے نکالے۔ وہ ایک ایک کر کے ان سکّوں کو زمین پر گراتا جاتا اور کہتا جاتا۔۔۔ "نانبائی۔۔۔ نانبائی۔۔۔ یہ لے پیسوں کی آواز پکڑ لے۔۔۔ یہ لے

اپنے کھانے کی بھاپ کی قیمت! اِن سکّوں کی کھنک میں وصول کرلے — لے لے — لے لے — یہ سکّوں کی آواز تیرے کھانے کی خوشبو کی قیمت ہے — اسے اپنے گُلّک میں ڈال لے" — اردگرد کھڑے ہوئے لوگ ہنس ہنس کر دوہرے ہوگئے۔

نانبائی اپنی خِفّت مٹانے کو بولا — "یہ پیسے دینے کا کون سا طریقہ ہے" — ؟

بُہلُول نے جواب دیا — "اگر تو اپنے کھانے کی بھاپ اور خوشبو بیچے گا — تو اس کی قیمت تجھے سکّوں کی آواز کی صورت میں ہی ادا کی جائے گی" —

"بہت خُوب" !!! ہارون محظوظ ہوکر ہنسا۔ "واللہ یہ کسی دیوانے کا فیصلہ تو معلوم نہیں ہوتا — اس میں تو غیر معمولی دانش چھپی ہوتی ہے۔ لگتا ہے کہ اس کی دیوانگی نے اس کی دانش کو کوئی ضرر نہیں پہنچایا"۔

"عالی جاہ — بجا فرماتے ہیں — بُہلُول حرکتیں تو پاگلوں کی سی کرتا ہے — مگر اس کی باتوں میں اس کی دانش بولتی ہے — اگر اجازت ہو تو میں بھی ایک واقعہ حضور کی سماعت کی نذر کروں" — ایک دوسرے درباری نے کہا۔

"اجازت ہے" — ہارون نے اِذن دیا۔

"ابھی چند دن پہلے کی بات ہے کہ اس نے نہ جانے

کہاں سے سونے کا ایک سکّہ پایا تھا— وہ اس کے ساتھ بچوں کی طرح کھیل رہا تھا— کبھی وہ اس کو اُنگلی پر نچاتا تھا— کبھی ریت سے صاف کرتا اور کبھی پہیّے کی طرح گھُماتا —
ایک نوسرباز اس کا یہ کھیل دیکھ رہا تھا— اس نے اسے پاگل سمجھ کر کہا — "تمھیں اس ایک سکّے سے کھیلنے میں مزہ تو نہیں آرہا ہوگا — تم یہ سکّہ مجھے دے دو— میں اس کے بدلے میں تمھیں دس سکّے دوں گا" — اس نے جیب سے سکّے نکال کر بُہلُول کو دکھائے۔

"ٹھیک ہے —میں یہ سکّہ تمھیں ابھی دے دیتا ہوں مگر ایک شرط پر" — بُہلُول نے کہا۔

"وہ کیا" — ؟؟ نوسرباز نے پوچھا۔

"پہلے تو گدھے کی طرح ڈِھینچوں ڈِھینچوں کی آواز نِکال" — بُہلُول نے شرط رکھی۔

اس دھوکے باز نے سوچا کہ اِس دیوانے کے سامنے گدھے کی آواز نکالنے میں کیا حرَج ہے— اس لیے وہ شروع ہوگیا اور گدھے کی طرح رینکنے لگا۔

بُہلُول ہنسا — "عجب گدھے ہو بھئی تم — کہ تم نے میرے سونے کے سکّے کو فوراً پہچان لیا اور میں گدھا بھی نہیں — تو بھلا میں تمھارے تانبے کے سکّے کیوں نہ پہچانتا" —

وہ نوسرباز بچارا اس قدر شرمندہ ہوا کہ اُسے بھاگتے ہی بنی۔

ہارون کو بھی ہنسی آگئی اور بولا ـــ "شوخی تو خیر اس کی طبیعت میں شروع ہی سے بہت ہے ۔ ہمیں اس کے بارے میں کچھ اور بھی بتاؤ تاکہ ہم جان سکیں کہ اس کی دیوانگی کس منزل پر ہے "ـــ

"ظلِّ سُبحانی ـــ!! اجازت ہو تو میں بیان کروں"ـــ ایک درباری نے ادب سے پوچھا۔

"بیان کرو"ـــ ہارون نے اجازت دی۔

"حضُور ـــ!!! ابھی کچھ زیادہ دن نہیں ہوئے کہ اس نے ایک عجیب فیصلہ کیا اور وہ بھی اس طرح کہ قاضی کو اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا پڑا"ـــ درباری نے کہنا شروع کیا۔

"ہُوا اس طرح کہ بُہلُول نے راہ چلتے دو بچّوں کو روتے اور فریاد کرتے دیکھا ۔ وہ ان کے پاس رُک گیا اور ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولا ـــ "بچّو ـــ تم کیوں پریشان ہو ؟"

بڑا لڑکا بولا ـــ "ہم فلاں شخص کے بیٹے ہیں۔ ہمارا باپ حج کو گیا تھا ۔ اس نے چلنے سے پہلے ایک ہزار اشرفی قاضی کے پاس بطورِ امانت رکھوائی تھی اور کہا تھا کہ زندگی موت کا کوئی بھروسہ نہیں ـــ اگر میں سفرِ حج سے واپس نہ آیا ـــ تو تم میرے بچّوں کو اس میں سے جو تمھارا دل چاہے دے دینا اور

اگر خُدا مجھے واپس لے آیا — تو میں اپنی اَمانت تم سے واپس لے لوں گا — مگر افسوس کہ قضا اس کی تاک میں تھی — راستے ہی میں اس کا انتقال ہوگیا۔ ہم یتیم اور بے آسرا ہو گئے ہم نے اپنے باپ کی اَمانت قاضی سے مانگی — تو وہ کہنے لگا کہ — تمھارے باپ نے میرے ساتھ جو قوَل کیا تھا۔ اس کے مطابق، میں جو میرا دل چاہے گا — وہ تمھیں دوں گا — اس لیے یہ سو اشرفیاں لے جانا چاہو — تو لے لو — اس نے ان لوگوں کی گواہی بھی پیش کردی ہے — جن کے سامنے یہ قوَل ہوا تھا — ہم لوگ بہت پریشان ہیں — یتیمی میں ہمارا کوئی آسرا نہیں" —

بُہلُول نے اُن کے سر پر ہاتھ رکھا اور بولا —" بیٹا! پریشان نہ ہو — اپنے آنسو پونچھ لو اور میرے ساتھ چلو۔ میں خود قاضی سے بات کرتا ہوں" —

وہ لڑکے اس کے ساتھ چل پڑے — بُہلُول انھیں لے کر قاضی کے پاس آیا اور بولا —" اے قاضی — تو ان یتیم بچّوں کا حق انھیں کیوں نہیں دیتا" —؟

"اچھّا — تو یہ چالاک لڑکے اب تمھیں اپنا حمایتی بنا کر لائے ہیں — حالانکہ ان کے باپ نے کتنی لوگوں کے سامنے مجھے یہ اِختیار دیا تھا کہ میں جو کچھ چاہوں انھیں

دے دوں — اب میں سو اشرفیاں انھیں دیتا ہوں — تو یہ لینے سے انکار کرتے ہیں اور مجھے خوامخواہ شہر بھر میں بدنام کرتے پھرتے ہیں" — قاضی نے ٹھاٹھ سے جواب دیا۔

بُہلول نے بڑے اطمینان سے کہا — "قاضی جی! — آپ نے بالکل درست فرمایا ہے — یہ قول ضرور ہوا ہے۔ لیکن اس قول سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ جو چاہتے ہیں وہ نوسو اشرفیاں ہیں اور یہی ان بچّوں کے مرحوم باپ نے کہا تھا کہ جو آپ کا دل چاہے وہ آپ اس کے بچّوں کو دے دیں — تو قبلہ قاضی صاحب —! چونکہ آپ نوسو اشرفیاں چاہتے ہیں۔ اس لیے یہی اس کے بچّوں کو دے دیں"۔

قاضی تو انگشت بدنداں بُہلول کا مُنہ تکتا رہ گیا — حاضرین نے بُہلول کی تائید کی اور اسے ان یتیم بچّوں کا حق دیتے ہی بنی" —

"اچھّا — تو اس نے شہر کے قاضی کو عاجز کر دیا اور کہلاتا دیوانہ ہے" — ہارون رشید نے زور دے کر کہا۔

"عالی جاہ —! وہ پاگلوں کی سی حرکتیں بھی کرتا ہے — کبھی اپنے عصا کو گھوڑا بنا کر اس پر سواری کرتا ہے — کبھی بچّوں کے ساتھ مل کر مٹی سے کھیلتا ہے — ریت کے گھروندے بناتا ہے — ہاں نماز کے وقت مسجد میں پہنچ جاتا ہے،

ابھی پچھلے جمعے کو اس نے ایک ایسا شگوفہ چھوڑا کہ ہنس ہنس کر نمازیوں کے پیٹ میں بَل پڑگئے "۔۔۔ وزیر نے بتایا۔

"بیان کرو وہ کیا بات ہے"۔۔۔ ؟ ہارون نے کہا۔

"گزشتہ جمعے کو وہ نماز پڑھنے مسجد میں آیا ۔۔۔ تو غالباً چوری کے ڈر سے اس نے اپنے جوتے ایک کپڑے میں باندھ کر اپنی عَبا میں چھپا لیے ۔۔۔ یہاں کے مقامی لوگ تو بہلول کو جانتے ہیں ۔۔۔ ایک ایسا شخص جو اسے پہچانتا نہیں تھا۔ اس نے اسے بغل میں کوئی شے دابے ہوتے دیکھ کر کہا ۔۔۔

"معلوم ہوتا ہے ۔۔۔ آپ کے پاس کوئی قیمتی کتاب ہے ۔۔۔ جسے آپ نے اتنی حفاظت سے رکھا ہوا ہے"۔۔۔ ؟

بہلول نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا ۔۔۔ "آپ نے درست اندازہ لگایا ۔۔۔ بہت قیمتی کتاب ہے "۔۔۔

اس شخص نے پوچھا ۔۔۔ "کیا آپ بتانا پسند فرمائیں گے کہ یہ کون سی کتاب ہے"۔۔۔ ؟

"جی ہاں ۔۔۔ کیوں نہیں ۔۔۔ یہ فلسفے کی کتاب ہے"۔۔۔ بہلول نے بتایا۔

"فلسفے کی کتاب ۔۔۔ سُبحَانَ اللہ ۔۔۔ !!! آپ نے کس کتب فروش سے خریدی ہے"۔۔۔ ؟

"جناب ! یہ میں نے ایک موچی سے خریدی ہے"۔۔۔

بُہلول نے مزے سے جواب دیا ـــــ جو لوگ اس کی حرکتوں سے واقف تھے ـــ انھیں ہنسی ضَبط کرنی محال ہوگئی۔

ہارون بھی مُسکرایا ـــــ "تو موصُوف کی دیوانگی ـ فرزانوں کو شرماتی ہے ـــ ہمیں اس کی اس رَوِش پر شک ہے۔ کہیں یہ لوگوں کی آنکھوں میں دھُول تو نہیں جھونک رہا"۔

"آپ نے بجا فرمایا اَعلیٰ حضرت ـــ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہترین عقل و دانش سے نوازا ہے ـــ یہ خیال آپ کے ہی ذہنِ رسا میں آسکتا تھا" ـــــ کسی خُوشامدی نے فوراً ہاں میں ہاں ملائی ـــ

"تم سب نمک حرام ہو ـــ لگتا ہے کہ وہ کوئی سازش کر رہا ہے اور تم لوگوں کو کچھ خبر ہی نہیں ـــ اس کے بارے میں فوراً پتہ چلاؤ کہ اس کی دیوانگی کے پسِ پردہ کون سے مقاصد پوشیدہ ہیں اور اسے کل دربار میں طلب کرو ـــ ورنہ تم سب کی گردن ماردی جائے گی" ـــــ ہارون نے جلالِ شاہی سے حُکم جاری کیا اور دربار برخاست ہوگیا۔

۵
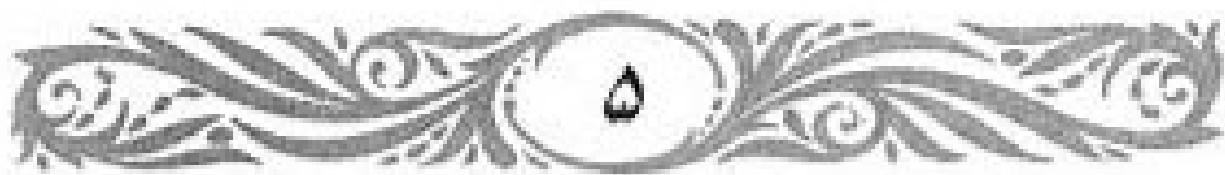
خلیفہ کا ایک کارندہ فوراً ہی بُہلول کی تلاش میں روانہ کردیا گیا۔ بُہلول اُسے کہیں بھی نہیں ملا ـــ نہ وہ اس

ویران کھنڈر میں تھا ۔ جو اس کا بسیرا تھا ۔ نہ ہی قبرستان میں جہاں وہ اکثر و بیشتر کسی سوچ میں مُستغرق بیٹھا رہتا تھا ۔ کسی نے بتایا کہ " وہ مسجد کی طرف جاتے ہوئے دیکھا گیا ہے " ۔

کارندہ بھی مسجد کی سمت چل پڑا ۔ ابھی وہ راستے ہی میں تھا کہ اس نے دیکھا کہ بُہلُول اپنے جوتے ہاتھ میں پکڑے ۔ چھڑی بغل میں دباتے ۔ گِرتا پڑتا مسجد سے باہر نکلا اور جس طرف اس کا مُنہ اُٹھا ۔ سَرپَٹ بھاگتا چلا گیا ۔

اُس کے پیچھے اِک شور بلند ہوا ۔ " لینا ۔ پکڑنا ۔ دیکھو جانے نہ پائے ۔ !!! پکڑو ۔ پکڑو ۔ ! اس دیوانے کو پکڑو ۔ !!! اس گُستاخ کی خبر لو " ۔ کچھ نوجوان طالبِ علم مسجد سے نکلے اور واویلا کرتے بُہلُول کا پیچھا کرنے لگے ۔

بُہلُول اپنی ہی عبا میں اُلجھتا ۔ چھڑی کو سنبھالتا ۔ جُوتوں کو بغل میں دباتا ۔ مُڑمُڑ کر دیکھتا ۔ ان کی پہنچ سے دُور نکلنے کی کوشش کر رہا تھا ۔ لیکن بالآخر ان نوجوانوں کی سُبک رفتاری نے اس کو جالیا ۔ وہ اس کی ٹھکائی کرنے لگے ۔

" او گُستاخ ۔ !!! تیری یہ جُرأت کہ تو نے ہمارے اُستاد کو مٹی کا ڈھیلا مارا ۔ ہم تجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے ۔ ہم تیری جان لے لیں گے ۔ گنوار دیوانے " ۔ !!!

"ہاں — ہاں — میں نے اس کو مارا ہے — میں کب انکار کرتا ہوں — لیکن اُسے لگا کہاں ہے — ؟ اگر اسے لگا بھی ہے — تو اسے کوئی "تکلیف نہیں ہوتی — تم خواہ مخواہ شور مچا رہے ہو — ہٹو پیچھے — چھوڑو مجھے" — بہلول دُہائی دینے لگا۔

ہارون کا کارندہ دوڑ کر قریب پہنچا اور بیچ بچاؤ کراتے ہوئے بولا — "بھائیو! — تم لوگ کیوں اِس پگلے کے پیچھے پڑے ہو — کچھ انصاف سے کام لو — تم لوگ اتنے سارے ہو اور یہ اکیلا — آخر ہُوا کیا ہے" — ؟؟

"یہ پُوچھیں کہ کیا نہیں ہوا — اس دیوانے نے ہمارے اُستادِ مُحترم امام ابُوحنیفہؒ کو مٹی کا ڈھیلا کھینچ مارا — جو ان کی پیشانی پر لگا — ہم اس کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے"۔ وہ پھر بُہلُول کے گرد ہو گئے۔

ہارون کے کارندے نے انھیں روک دیا — "مگر ہوا کیا تھا — کیا ان کے ساتھ بُہلُول کا کوئی جھگڑا ہوا تھا"۔

ایک طالبِ علم بولا: — "کیا بات کر رہے ہیں آپ؟ ہمارے اُستادِ مُحترم کی شان اس سے بالا تر ہے کہ وہ اس جیسے کے ساتھ جھگڑا کریں — وہ تو ہمیں معمول کے مطابق درس دے رہے تھے — کہ یہ کم بخت نہ جانے کہاں سے نمودار

ہو گیا اور ان کی پیشانی پر ڈھیلا کھینچ مارا ــ آپ درمیان سے ہٹ جائیں ــ یہ پاگل ہے یا دیوانہ ــ آج تو ہم اس کو ایسا سبق سکھا کر چھوڑیں گے کہ سارا پاگل پن بھول جائیگا۔" ایک لڑکے نے اپنی بات ختم کرکے پھر بُہلُول کی طرف دیکھ کر دانت کچکچائے۔

"کیوں بُہلُول ــ! کیا یہ لڑکے ٹھیک کہہ رہے ہیں"؟ کارندے نے بُہلُول سے پوچھا۔

"ہاں ــ میں نے اس کو مارا ہے ــ مگر اسے لگا تو نہیں ــ نہ ہی اسے کوئی تکلیف ہوئی ہے ــ پُوچھ لو اس سے ــ میرے پیچھے کیوں پڑے ہو" ــ بُہلُول نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا۔

"دیکھی آپ نے اس کی ڈھٹائی ــ اُستادِ مُحترم پیشانی پکڑے بیٹھے ہیں اور یہ کہتا ہے کہ انھیں ڈھیلا لگا ہی نہیں ــ میں ابھی اس کا دماغ درست کرتا ہوں" ــ وہ طالب علم پھر بُہلُول پر جھپٹا ــ

ہارون کے کارندے نے اس کا بازو پکڑ لیا ــ "بات سُنو لڑکے ــ! سب جانتے ہیں کہ یہ دیوانہ ہے ــ پھر خلیفہ کا رشتہ دار بھی ہے ــ تم اسے مار کر قانون کو ہاتھ میں نہ لو ــ اسے قاضی کے پاس لے جاؤ ــ وہی صحیح فیصلہ

کرے گا"۔

بات لڑکوں کی سمجھ میں آگئی ۔ وہ بُہلُول کو پکڑ کر قاضی کے پاس لے گئے اور اسے تمام ماجرا کہہ سنایا ۔ تو بُہلُول بولا ۔ "ذرا اپنے اُستادِ مُحترم کو بھی تو بلا لاؤ ۔ مُدَّعِی کے بغیر تم دعوٰی کس طرح پیش کر سکتے ہو" ؟

"بُہلُول درست کہتا ہے ۔ تم اپنے اُستاد کو بلا لاؤ ۔ کیونکہ مُدَّعِی تو وہی ہیں ۔ پھر ہم دیکھ بھی لیں گے کہ ضَرب کتنی شدید ہے" ۔ قاضی نے حکم دیا۔

طالب علم گئے اور امام ابوحنیفہ کو بُلا لائے ۔ بُہلُول نے قاضی سے کہا ۔ "قاضی جی ۔!! کیا میں ان لڑکوں کے اُستادِ مُحترم سے بات کر سکتا ہوں" ۔

"ہاں شوق سے" ۔ قاضی نے اجازت دی۔

بُہلُول نے انھیں مخاطب کیا ۔ "میرے عزیز ۔!! میں نے تجھ پر کون سا ظلم کیا ہے" ۔ ؟

"عجیب مسخرے ہو تم ۔ ابھی تم نے سب کے سامنے میری پیشانی پر مٹی کا ڈھیلا نہیں مارا" ۔ ابوحنیفہ نے غصّے سے کہا۔

"تو بھائی ۔ اس سے تجھے کیا فرق پڑا ۔ تو بھی مٹی سے بنا ہے اور وہ ڈھیلا بھی مٹی کا تھا ۔ ابھی تُو خود ہی تو

اپنے شاگردوں کو سمجھا رہا تھا کہ امام جعفر صادقؑ جو یہ فرماتے ہیں کہ اِبلیس کو جہنّم کا عذاب دیا جاتے گا، وہ درست نہیں ہے — کیونکہ شیطان ناری مخلوق ہے — وہ آگ سے بنا ہے — اور اس کو آگ بھلا کیا تکلیف پہنچاتے گی — تُو بھی خاکی ہے اور مٹّی سے بنا ہے پھر بھلا مٹّی کے ڈھیلے نے تجھے کیا تکلیف پہنچائی؟" — ؟

"فضُول باتیں مت کرو — تم نے وہ ڈھیلا اتنی زور سے مارا ہے کہ میری پیشانی اور سر میں درد ہو رہا ہے" — ابو حنیفہ نے ناگواری سے کہا۔

"آپ بھی غلط بیانی نہ کریں اعلیٰ حضرت — ! اگر آپ کی پیشانی میں دَرد ہے — تو وہ ہمیں نظر کیوں نہیں آتا" — ؟ بُہلُول نے تُرکی بہ تُرکی جواب دیا۔

"اوہو — کِس احمق سے پالا پڑا ہے — عقلمند آدمی — کیا کبھی درد بھی کسی کو نظر آیا ہے" — ؟ ابُوحنیفہ نے ناپسندیدگی سے جواب دیا۔

"قِبلہ اُستاد صاحب — ! ابھی تو آپ اپنے شاگردوں سے فرما رہے تھے — کہ امام جعفر صادقؑ جو فرماتے ہیں کہ خُدا کو دیکھنا ممکن نہیں — میں اِس بات کو نہیں مانتا — بھلا جو چیز موجود ہے۔ اسے نظر آنا چاہیے — اِس لیے خُدا کو دیکھنا ممکن

ہے ــ تو اگر آپ کے سرِمبارک میں درد ہورہا ہے ــ تو اسے ہمیں بھی دکھاتیے" ــ بُہلُول نے شگفتگی سے کہا۔

اَبُوحَنِیْفَہ زچ ہوگئے اور قاضی سے بولے ــ "قاضی صاحب ــ یہ دیوانہ تو یُوں ہی اِدھر اُدھر کی ہانک رہا ہے ــ اس نے سب کے سامنے مجھے پتھر مارا ہے ــ آپ گواہیاں لے کر اسے سزا دیں اور کارروائی ختم کریں" ــ

"یاحضرت ــ! اگر مجھ ناچیز نے آپ کو مٹّی کا ڈھیلا مار بھی دیا ہے تو اس میں مجھ دیوانے کی کیا تقصیر ــ؟ ابھی آپ ہی تو اپنے شاگردوں سے فرما رہے تھے کہ آپ کو امام جعفر صادقؑ کے اس قول سے بھی اختلاف ہے کہ وہ فرماتے ہیں: "اچھا یا بُرا کام کرنے والا خوُد اس کا ذمّہ دار ہے ــ اور اس کے لیے جواب دِہ ہے" ــ جبکہ آپ فرماتے ہیں کہ ہر فعل اللہ کی طرف سے ہوتا ہے ــ اور بندہ اس کا ذمّہ دار نہیں ــ اس لحاظ سے ڈھیلا میں نے آپ کو نہیں مارا ــ یہ کام تو خُدا نے مجھ سے کروایا ہے ــ اب بھلا میں اِس کام کے لیے سزا کا مُستحق کس طرح ٹھہرا ــ جو میں نے نہیں کیا ــ خُدارا قاضی صاحب آپ ہی اِنصاف کیجیے" ــ

ابُوحنیفہ لاجواب سے ہوگئے ــ قاضی جو دونوں کی دلچسپ بحث سے محظوظ ہورہا تھا ــ بولا ــ "بُہلُول نے

اپنا مُقدّر جیت لیا ہے"۔۔۔

بُہلُول نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔۔۔ پاؤں میں جُوتے پہنے اور اپنی چھڑی سنبھال کر عدالت سے باہر نکل آیا۔۔۔ وہ اپنی دُھن میں بڑبڑا رہا تھا ۔۔۔ "آلِ محمدؐ کی تکذیب کرنے والوں کو مُنہ کی کھانی پڑتی ہے ۔۔۔ عُلومِ اہلبیتؑ کو جُھٹلانے والوں کے مُقدّر میں جیت نہیں" ۔۔۔ !!

ہارون کا کارندہ اس کے پیچھے پیچھے چلا۔۔۔ اس نے دو ایک بار اسے متوجّہ کرنے کی کوشش کی ۔۔۔ لیکن وہ اپنی دُھن میں مَست چلتا چلا گیا اور اس کی طرف دِھیان نہیں دیا ۔۔۔ ہارون کا کارندہ کچھ فاصلہ رکھ کر اس کا تعاقُب کرتا رہا۔

بُہلُول کبھی اپنے آپ سے باتیں کرنے لگتا ۔۔۔ کہیں کھڑا ہوکر اپنی چھڑی سے زمین کریدتا ۔۔۔ کہیں راہ چلتے بچّوں کے سر پر ہاتھ پھیر کر کوئی مزاحیہ فقرہ کس دیتا ۔۔۔ کہیں دیوار سے ٹیک لگا کر اپنے خیالوں میں مُستَغرِق ہو جاتا ۔۔۔

اسی طرح چلتے چلاتے آدھا دن بیت گیا ۔۔۔ سُورج نِصفُ النّہار پر آگیا ۔۔۔ بُہلُول اپنے کھنڈر میں داخل ہوا اور ٹوٹی ہوئی دیوار کے ساتھ کمر لگا کر سستانے لگا ۔۔۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں اور فرشِ خاک پر ٹانگیں پسار لیں۔

کارندہ جو بہت دیر سے اس کے تعاقُب میں تھا ۔۔۔

اس نے سوچا کہ دن بیت چلا ہے — کھانے کا وقت ہے — لیکن بُہلُول نے کھانا نہیں کھایا — بہتر یہی ہے کہ وہ اس کے لیے کھانا لے آئے تاکہ اس سے بات کرنے کا بہانہ ہو جائے — اسے خُود بھی بھوک لگی تھی — وہ بازار گیا — ایک مطعم میں بیٹھ کر خُود کھانا کھایا اور کچھ عُمدہ کھانا خرید کر ایک خوشنُما خوان میں رکھا اور بُہلُول کے کھنڈر میں واپس آگیا۔

بُہلُول اپنے آپ میں مگن نہ جانے خیالات کی کون سی گتھّیاں سُلجھا رہا تھا — ہارون کا کارندہ آگے بڑھا اور بُہلُول کو متوجّہ کرنے کے لیے اِطّلاعی انداز میں کھنکارا — بُہلُول نے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا — اس نے سلام کیا — بُہلُول نے جواب دیا تو وہ بولا — "جناب بُہلُول صاحب! خلیفہ ہارون نے آپ کے لیے یہ کھانا بھیجا ہے" — اس نے کھانے کا خوان اس کے نزدیک ہی رکھ دیا —

بُہلُول ہنسا — "واہ — واہ —!! اسلامی مملکت کے بادشاہ مجھ جیسے کم حیثیت دیوانوں کا بھی خیال رکھنے لگے ہیں"

"خلیفہ ہارون کی رِعایا پروری تو ضَربُ المَثَل ہے" — کارندے نے فوراً کہا۔

بُہلُول نے اپنے دائیں بائیں دیکھا اور اس کُتّے کو چمکارا جو کھنڈر میں ایک جانب بیٹھا ہوا تھا — کُتّا دُم ہلاتا قریب

آگیا ــــ بُہلُول نے کھانے کا خوشنُما خوان اُٹھایا اور کُتّے کے سامنے رکھ دیا ــــ کُتّا بے صَبری سے مُنہ مارنے لگا۔

"اوہو ہو ہو ــــ !!! خُدا کی پناہ ــــ بُہلُول یہ کیا کرتے ہو ــــ ؟ خلیفہ کا کھانا تم نے کُتّے کے سامنے رکھ دیا ہے" ــــ ملازم نے دُہائی دی۔

"ششششت ــ چُپ ــ چُپ ــ خاموش رہو ــ مُنہ بند رکھو ــ اگر اس کُتّے نے سُن لیا کہ یہ کھانا خلیفہ کا ہے ــــ تو یہ بھی نہیں کھائے گا" ــــ

مُلازم اپنی ہنسی نہیں روک سکا اور بولا ــــ "بُہلُول! تم بھی عجیب مسخرے ہو ــــ میں تمھارے لیے خلیفہ کا یہ پیغام بھی لایا ہوں کہ کل انھوں نے تمھیں دربار میں طلب کیا ہے ــــ بہتر ہے کہ تم کل خُود ہی حاضرِ دربار ہو جانا" ــــ

بُہلُول نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہ کارندہ واپس چلا گیا۔
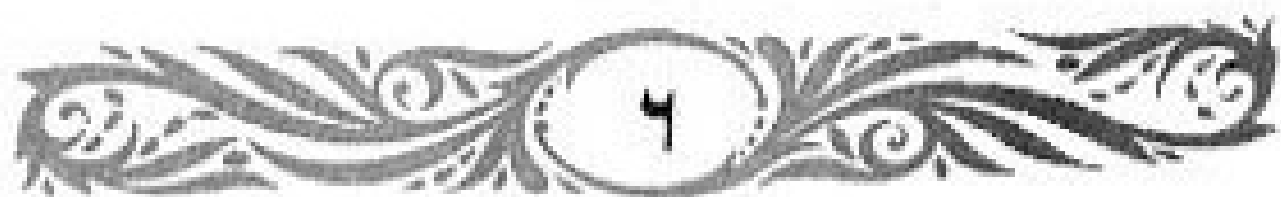
اگلے روز بُہلُول کا رُخ ہارون کے محل کی جانب تھا۔ اس نے پیَوند لگے ہوئے کپڑے پہن رکھے تھے ۔ دَوش پر گُدڑی تھی اور ہاتھ میں عَصا ــــ دربان کو معلوم تھا کہ وہ ہارون کا

رشتہ دار ہے اور اسے ہارون نے طلب کیا ہے۔ اسی لیے اس نے اسے اندر جانے کی اجازت دے دی۔

وہ اپنی پھٹی ہوئی جوتیاں چٹخاتا ـــ بڑی بے تکلفی سے اندر داخل ہوگیا۔ وہ راہداری میں سے گزرتا ہوا ـــ دیوانِ خاص میں پہنچا ـــ دیکھا کہ نہ کوئی نگہبان ہے ـــ نہ پہریدار۔ وزیروں امیروں کی کرسیاں بھی خالی پڑی ہیں ـــ شاید ابھی دربار آراستہ نہیں ہوا تھا ـــ وہ قیمتی قالین کو روندتا ـــ بادشاہ کی مَسنَد تک جا پہنچا ـــ اور مزے سے اس پر براجمان ہوگیا۔

ابھی اسے بیٹھے ہوئے چند لمحے بھی نہیں ہوئے تھے کہ دربار کے پہرے دار دوڑتے ہوئے آئے ـــ انھیں اطلاع ملی تھی کہ ہارون اسی طرف آرہا ہے ـــ یہ دیکھ کر وہ دنگ رہ گئے کہ بادشاہ کی زرّیں مَسنَد پر بُہلُول پھٹے حالوں بیٹھا ہے ـــ انھیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا ـــ وہ بدحواسی میں آگے بڑھے ـــ ایک نے بُہلُول کا بازو پکڑ کر کھینچا ـــ دوسرے نے کوڑا بُہلُول کی پُشت پر رسید کیا۔

"او دیوانے ـــ! تیری یہ جُرأت کہ تو بادشاہ کی مَسنَد پر بیٹھے ـــ اُتر نیچے"۔

"ہائے ـــ!!! بُہلُول نے تڑپ کر نعرہ مارا ـــ "ہائے۔ ہائے ـــ اُف ـــ!!! وہ دُہائی دینے لگا۔

"مُنہ بند کرو — شور مت مچاؤ — اُترو بادشاہ کی مَسنَد پر سے اُترو" — !! پہرے دار نے اس کی پُشت پر مُسلسل کوڑے برساتے ہوئے دُرشتی سے کہا۔

دُوسرے نے زور لگایا اور بُہلُول کو مَسنَد پر سے کھینچ کر فرش پر گرا دیا — بُہلُول سر پیٹنے لگا — "ہائے افسوس — صد افسوس — !! آہ — ! آہ — !! اُفّ — ! اُفّ" — !!!

وہ بلند آواز میں مسلسل روتا جا رہا تھا۔

پہرے داروں کی جان پہ بنی تھی — لیکن وہ کسی طرح خاموش ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔

اسی وقت ہارون کی آمد کی اِطّلاع نقیبوں نے دی اور چند لمحوں بعد وہ دیوانِ خاص میں داخل ہوا — اس نے بُہلُول کو اس طرح روتے چلّاتے اور فریاد کرتے دیکھا تو حیران رہ گیا — اس نے آگے بڑھ کر بُہلُول کو فرش پر سے اُٹھانا چاہا — لیکن وہ نہیں اُٹھا اور اسی طرح روتے ہوئے — افسوس — ! افسوس — !!! اور ہائے ہائے پکارتا رہا —

"یہ سب کیا ہو رہا ہے — ؟ ہارون نے ڈانٹ کر پوچھا۔

"عالی جاہ — ! یہ دیوانہ حُضور کی مَسنَد پر جا بیٹھا تھا اور اُترنے کا نام نہیں لیتا تھا — اس لیے ہمیں تھوڑی سی سختی کرنی پڑی" — پہرے داروں نے ڈرتے ڈرتے بتایا۔

"ہائے ۔ یہ تھوڑی سی سختی تھی ۔ ارے ظالمو ۔۔۔ !
تم نے تو کوڑوں سے میری پشت اُدھیڑ کر رکھ دی ہے ۔۔
ہائے افسوس ۔۔ اُف ۔ اُف ۔!! بُہلُول نے فریاد کرتے ہوئے

انھیں ٹوکا ۔۔۔
ہارون نے نگاہِ عِتاب ان پر ڈالی ۔۔۔ "تم لوگ دیکھتے
نہیں کہ یہ دیوانہ ہے" ۔۔۔
پہرے دار آتیں باتیں شاتیں کرنے لگے ۔۔ ہارون نے
بُہلُول کی دِلجوئی کرتے ہوئے اسے فرش سے اُٹھایا اور تسلّی دی
لیکن وہ مُسلسل روتا جارہا تھا ۔۔۔
ہارون نے بڑی تشویش سے پُوچھا ۔۔۔ "بُہلُول ۔۔ اس
طرح کیوں رو رہے ہو ۔۔ کیا تمھیں بہت تکلیف پہنچی ہے" ۔۔
ہاں ۔ مجھے بہت تکلیف پہنچی ہے ۔۔ لیکن میں اپنے
حال پر نہیں ۔۔ تمھارے حال پر رو رہا ہوں ۔۔ ہائے افسوس
۔۔ ہائے افسوس ۔۔!!! بُہلُول نے تاَسُّف سے کہا ۔
"میرے حال پر" ۔۔۔ ہارون کو تعجُّب ہوا ۔۔
ہاں ۔۔ تمھارے حال پر ۔۔ افسوس ہارون ۔۔ تجھ پر کیا
گزرتی ہوگی ۔۔ میں تو تیری مَسنَد پر صرف چند لمحے ہی بیٹھا
ہوں ۔۔ تو اتنی مار کھائی کہ ساری پُشت چھلنی ہوگئی اور
تو نہ جانے کب سے اِس مَسنَد پر بیٹھ رہا ہے ۔۔ اُف ۔۔

تجھے اپنے انجام کی کوئی فکر نہیں" ـــ

ہارون لمحے بھر کو کانپ گیا ـــ لیکن اس نے یونہی ظاہر کیا ـــ جیسے اس کی بات نہیں سمجھا اور بُہلول سے بولا ـــ "تم میرے حال پر افسوس کرتے ہو اور میں تمھارے حال پر ـــ تم اچھے بھلے تو تھے ـــ پھر تمھیں نہ جانے کیا ہوا ہے ـــ جو یُوں دیوانے بنے پھرتے ہو"

بُہلُول مسکرایا ـــ "تم جانتے ہو کہ خُدا کی سب سے بڑی نِعمت عَقل ہے ـــ

خواجہ عبداللہ انصاری اپنی مُناجات میں فرماتے ہیں کہ "اے خدا ـــ ! جس کو تُو نے عَقل دی ـــ اسے کیا کچھ نہیں دیا اور جسے عَقل نہیں دی ـــ اسے کیا دیا" ـــ ہم تم نے وہ حدیث تو سُنی ہوگی کہ جب خُدا ارادہ کرتا ہے کہ بندے سے اپنی نِعمتیں واپس لے لے ـــ تو سب سے پہلے بندے سے جو چیز واپس لیتا ہے وہ عَقل ہے ـــ عَقل رزق میں شمار ہوتی ہے ـــ افسوس کہ خُدا نے یہ نِعمت مجھ سے واپس لے لی ہے" ـــ

"لیکن اس سے شاہی خاندان کی کس قدر ذِلّت ہو رہی ہے ـــ تمھیں اس کا بھی کچھ اندازہ ہے ـــ سب جانتے ہیں کہ تم میرے رشتہ دار ہو اور تم ہو کہ اس حُلیے میں جگہ جگہ

گھومتے پھرتے ہو ــــ کچھ نہیں تو میرے مَنصَب اور مَرتَبے کا ہی خیال کرو"ــــ ہارون نے سرزنش کے انداز میں کہا۔

بُہلُول نے سر اُٹھایا اور بولا"ہارون ــ اگر تو کِسی جنگل بیابان میں راستہ بھٹک جائے ــــ تیرا پیاس سے دَم نکل رہا ہو ــــ اور تجھے کہیں پانی نہ ملے ــــ تو تو ایک گھونٹ پانی کے عِوَض کیا کچھ دینے پر تیار ہو جائے گا"۔

"عجیب دیوانے ہو تم ــ بھلا اس وقت اس کا کیا ذِکر"ــــ ہارون نے ناگواری سے کہا ــ

بُہلُول ہنسا ــــ "میری بات کا جواب تو دو"ــــ

"ظاہر ہے ــــ اس وقت میرے پاس جو بھی مال و مَتاع ہے وہ سب دے دوں گا"ــــ ہارون نے بے پروائی سے جواب دیا ــــ

"اگر پانی کا مالک اِس قیمت پر راضی نہ ہو ــ پھر؟؟" بُہلُول نے پوچھا ــ

"تو میں اُسے اپنی آدھی سلطنت دے دوں گا"ــــ ہارون نے فراخدلی سے کہا ــــ

"اچھا"ــــ! بُہلُول نے بڑے اِطمینان سے کہا۔

"اگر یہ ایک گھونٹ پانی پی کر تیری جان تو بچ جائے ــــ لیکن تجھے پیشاب رک جانے کی بیماری لاحق ہو جائے۔

اور کسی طرح دُور نہ ہو ــ تیری جان پر بن جاتے اور تجھے پتہ چلے کہ کوئی شخص تیری اِس بیماری کا عِلاج کرسکتا ہے ــ تو تُو اُسے کیا دے گا" ــ؟

"میں اس شخص کو اپنی باقی آدھی سلطنت بھی دے دوں گا۔ جان ہے تو جہان ہے" ــ ہارون بولا ــ

"تو پھر اسی بادشاہی پر غرُور کرتے ہو۔ جس کی قیمت پانی کے دو گھونٹ سے زیادہ نہیں" ــ بُہلُول نے برجستہ کہا۔

ہارون خفیف سا ہوگیا ــ "بُہلُول تم دیوانے ہوگئے ہو مگر تمھاری عادتیں نہیں بدلیں ــ تمھیں اپنے خاندان کے وَقار کا کوئی پاس نہیں ــ پیغمبرِ خدا[ص] کے چچا عبّاس کے بیٹے عبداللہ بن عبّاس کتنے مرتبے کے حامِل ہیں ــ لیکن تم علیؑ ابن ابی طالبؑ کو ترجیح دیتے ہو" ــ

"مجھے اپنی جان کا خوف نہ ہو ــ تو میں یہی کہوں گا کہ تم ٹھیک کہتے ہو" ــ بُہلُول نے جواب دیا۔

ہارون چونکا اور اس کے خیالات جاننے کے لیے بولا ــ

"تمھیں ہر طرح سے اَمان ہے ــ لیکن تمھیں دلیل سے اپنی بات کو حق ثابت کرنا پڑے گا" ــ

بُہلُول سیدھا ہو بیٹھا اور واضح لفظوں میں بولا ــ

"میرے خیال میں پیغمبرِ خدا[ص] کے بعد علیؑ تمام مسلمانوں سے

اَفضل ہیں — کیونکہ وہ سچّے مُومن تھے — ان کی تمام عادات پسندیدہ تھیں اور اِطاعتِ خُدا و رسول ؐ میں ان سے ذرّہ بھر کوتاہی نہیں ہوئی — انھوں نے تمام خُدائی اَحکامات پر اس طرح حَرف بَہ حَرف عمل کیا کہ اس کے مُقابَلے میں نہ صِرف اپنی جان بلکہ اپنی اولاد کی جانیں بھی ہیچ سمجھتے تھے — وہ بہت بہادر اور نڈر تھے۔ تمام جنگوں میں سب سے آگے رہتے تھے۔ انھوں نے کبھی دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائی۔ اس بارے میں ان سے سوال بھی کیا گیا تھا کہ آپ جنگ میں اپنی جان کا خیال کیوں نہیں رکھتے — اگر کوئی پیچھے سے آپ پر حملہ کر کے آپ کی جان لے لے — تو پھر — ؟

انھوں نے جواب دیا — "میری لڑائی خُدا کے دِین کی خاطر ہے — اس میں مجھے کسی لالچ ، فائدے اور ذاتی غرض کا خیال نہیں — میری جان خُدا کے ہاتھ میں ہے — اگر میں مر جاؤں گا — تو خُدا کی راہ میں مَروں گا اور اس سے بڑھ کر اور کیا سَعادت ہوگی" —

"جب وہ مُسلمانوں کے خلیفہ تھے تو اپنا تمام وقت مُسلمانوں کے کاموں اور خُدا کی عِبادت میں صرف کرتے تھے — بیتُ المال سے ایک دینار بھی بیکار نہیں اُٹھاتے تھے — یہاں تک کہ ان کے بھائی عقیل نے جو عیال دار تھے۔ ان سے درخواست کی

کہ بیتُ المال سے ان کا جو حق انھیں ملتا ہے۔ اس سے کچھ زیادہ انھیں دیا کریں ــــ امیرُالمؤمنین نے ان کی درخواست رد کردی"ــــ

آپ تمام حکّام سے بھی فرماتے تھے کہ لوگوں پر ظلم نہ کیا جائے ــــ ان کے مُعاملات کے فیصلے عدل و انصاف سے کیے جائیں ــــ جو حاکم ذرا سا بھی ظُلم وسِتم کرتا تھا ــــ اس سے باز پُرس میں سختی کرتے تھے اور اسے فوراً منصب سے ہٹا دیتے تھے۔ خواہ وہ ان کا قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو۔ اسے مُعاف نہیں کرتے تھے"ــــ

"جیسا کہ عبداللہ بن عبّاس نے جس وقت وہ بصرہ کے حاکم تھے ــ بیتُ المال کی کچھ رقم ذاتی کاموں میں خرچ کرلی تھی ــ آپ نے ان سے وہ رقم واپس مانگی اور ان کے اس فِعل پر انھیں سخت تنبیہ کی اور ایک آخری تاریخ مقرر کردی تاکہ اس سے پہلے پہلے ابنِ عبّاس وہ رقم واپس کردیں ــ لیکن ابنِ عبّاس اس مقررہ تاریخ تک رقم نہیں لوٹا سکے ــــ علیؑ نے انھیں کُوفہ میں حاضر ہونے کا حکم دیا ــ ابنِ عبّاس جانتے تھے کہ علیؑ ایسے خلیفہ نہیں ہیں جو درگزر کردیں گے اور چشم پوشی سے کام لیں گے ــ اس لیے وہ بھاگ کر مکّے چلے گئے اور خُدا کے گھر میں جا بیٹھے تاکہ علیؑ کے مُحاسبے سے بچ جائیں"ــــ

ہارون خجل سا ہوگیا — لیکن ڈھٹائی سے بولا — "اگر علیؑ اتنے ہی عظیم اور عوام دوست تھے — تو پھر قتل کیوں ہوئے" — ؟

"حق کی راہ پر چلنے والوں کو اکثر شہید کیا گیا ہے — ہزاروں پیغمبرؑ اور خُدا کے نیک بندے اِسی طرح خدا کی راہ میں قتل ہوئے ہیں" — بُہلُول نے برجستہ جواب دیا —

ہارون کوئی عُذر نہ تَراش سکا تو بولا — "اچھّا بُہلُول! اب علیؑ کی شہادت کا حال بھی سنا دو"۔

بُہلُول نے سرد آہ بھری اور بولا — "امام زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ جس رات عبدالرحمٰن ابنِ مُلجَم قتلِ علیؑ کے ارادے سے مسجد میں آیا۔ اس وقت ایک اور شخص بھی اس کے ساتھ تھا۔ کچھ دیر وہ دونوں باتیں کرتے رہے پھر صحنِ مسجد میں سو گئے" —

جب علیؑ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ نے سوتوں کو جگایا تاکہ نماز پڑھیں۔ یہ دونوں ملعُون بھی بیدار ہو گئے۔ علیؑ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے — آپ نے سجدے میں سر رکھا — تو ابنِ مُلجَم نے تلوار آپ کے سر پر ماری — یہ ضَرب اسی جگہ لگی جہاں پہلے عَمرو بن عَبدِ وَدّ نے غزوہ خَندَق میں وار کیا تھا — اس بدبخت کے وار سے آپ کے سر سے اَبرو تک گہرا

زخم پڑ گیا"۔۔۔

"اُس کی تلوار زہر میں بُجھی ہوئی تھی ۔۔۔ اس لیے آپ جانبر نہ ہوسکے اور تیسرے دن شہادت پائی ۔۔۔ آخری وقت اپنے بیٹوں سے مخاطب ہوکر فرمایا : ۔۔۔ "خدا کے چاہنے والوں کے لیے اِس فَانِی دُنیا سے انبیاءؑ اور اَوْصِیَاءؑ کا ساتھ بہتر ہے۔ اگر میں اِس زخم سے مرجاؤں تو میرے قاتل کو بھی ایک ہی ضَرْب لگانا کیونکہ اس نے مجھ پر صِرف ایک ہی وار کیا ہے اور ۔۔۔ ہاں ۔۔۔ اس کا بدن ٹکڑے ٹکڑے نہ کرنا"۔۔۔

یہ فرما کر آپ کچھ دیر کے لیے بے ہوش ہو گئے ۔۔۔ جب ہوش میں آئے تو اپنی وصیّت جاری رکھی ۔۔۔ فرمانے لگے ۔۔۔ "میں نے اِس وقت رسولِ خداؐ کو دیکھا کہ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ کل تم ہمارے پاس ہوگے"۔۔۔

"اس وقت آسمان کا رنگ بدل گیا ۔۔۔ زمین ہلنے لگی۔ مُومنوں کی آہ و بُکا سے فضائیں گُونجنے لگیں ۔۔۔ عَوامُ النّاس کے نالہ و شیون سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی ۔۔۔ اس بارے میں ایک شاعر نے کیا خُوب کہا ہے ۔۔۔

"آج کی رات مُشرکوں نے ظلم وسِتَم کا جھنڈا بلند کر دیا ہے۔
شہادتِ علیؑ سے دین کے اَرکان پر سخت وار ہوا ہے۔
اِس ایک وار سے جو مُومنوں کے باپ کو لگا ہے۔

ایمان کا پورے کا پورا گھر اُجڑ گیا ہے۔

آسمان کے مکینوں نے اِس غم میں اپنے تاجِ سعادت

اُتار پھینکے ہیں۔

دُنیا والوں کو بہتا پانی کڑوا لگنے لگا ہے۔

آبِ حیات میں زہر گھول دیا گیا ہے۔

ظالموں نے رسول اللہؐ کے داماد کو شہید کر کے ان کے

دِل میں غم کے تیر پیوَست کر دیے ہیں۔

انھوں نے علی مرتضیٰؑ کا سر ہی دو پارہ نہیں کیا

بلکہ خُدا کے ہاتھ (یَدُ اللہ ۔ حضرتؑ کا لقب) کو بھی کاٹ

ڈالا ہے۔

جب سے علیؑ کی پیشانی پر دشمن کی تلوار لگی ہے

چاند اور سورج کی پیشانیاں بھی داغدار ہو گئی ہیں۔

یُوں معلوم ہوتا ہے جیسے شَقُّ الْقَمَر کا مُعجِزہ دوبارہ دُنیا پر

ظاہر ہو گیا ہے۔

علیؑ کی پیشانی چاند کی طرح دو ٹکڑے ہو گئی ہے۔

زینبؑ و اُمّ کُلثومؑ کے نالہ و فریاد کی آوازیں بلند ہوئیں۔

حَسَنؑ اور حُسینؑ نے اپنے عمامے شدّتِ غم سے زمین پر اُتار پھینکے۔

بُہلُول کا حَرف حَرف درد و اَلَم میں ڈوبا ہُوا تھا ۔ ہارون

بھی اس کی تاثیر میں کھو سا گیا ۔ اور بہت دیر تک اس کے

ہونٹوں سے ایک حرف بھی نہیں نکلا اور اس کا سر جُھکا رہا
بُہلول نے اپنی گُدڑی سنبھالی اور اپنے آنسو پونچھتا ہوا
اُٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا ہارون — اب مجھے اجازت دے"۔

ہارون چونکا — "ٹھہرو — تم ہمارے محل میں آئے ہو
— یہ مناسب نہیں کہ یہاں سے خالی ہاتھ جاؤ"

اس نے ملازموں کو حکم دیا کہ بُہلول کے لیے اشرفیاں اور
دینار لائے جائیں۔

"نہیں ہارون — مجھے ان اشرفیوں کی حاجت نہیں۔ تم
نے یہ مال جن لوگوں سے لیا ہے — انھیں دے دو — اگر تم
نے قوم کا مال نہیں لوٹایا — تو ایک دن ایسا ضرور آئے گا۔
جب خلیفہ سے اس کا تقاضا کیا جائے گا — اس روز خلیفہ
خالی ہاتھ ہوگا اور اس کے پاس شرمندگی اور پچھتاوے کے
سِوا کچھ نہیں ہوگا"۔ بُہلول اتنا کہہ کر چل دیا — ہارون لرز
گیا اور وہیں پشیمان سا بیٹھا رہ گیا۔

ہارون کی چہیتی ملکہ، زُبیدہ اپنے شاندار محل کی کھڑکی میں
سے باہر کا نظّارہ کر رہی تھی کہ اس نے بُہلول کو نہر کے کنارے

بیٹھے ہوئے دیکھا — وہ بچوں کی طرح ریت سے کھیل رہا تھا۔ کبھی وہ اس کی چھوٹی چھوٹی ڈھیریاں بناتا — کبھی انھیں کیاریوں کی شکل دیتا۔ کبھی ان گھروندوں میں کھڑکیاں اور دروازے بناتا — زبیدہ کچھ دیر اُس کا یہ کھیل دلچسپی سے دیکھتی رہی۔ پھر اپنی چند کنیزوں کے ساتھ باہر آئی اور بہلول کے پاس آن کھڑی ہوئی اور اسے متوجّہ کیا — "بہلول یہ کیا کر رہے ہو؟"

بہلول نے سر اُٹھا کر دیکھا — "یہ میں جنّت کے محل بنا رہا ہوں" — اتنا کہہ کر وہ پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

"اچھا" —!!! زبیدہ نے مصنوعی حیرت سے کہا — پھر کچھ سوچ کر بولی — "بہلول — تم بہشت کے یہ محل بیچتے بھی ہو؟"

"ہاں بیچتا ہوں" — بہلول نے جواب دیا۔

"کتنے دینار میں — ؟" زبیدہ نے مزاحاً پوچھا۔

"صرف — سو دینار میں" — بہلول نے بتایا۔

زبیدہ نے سوچا کہ اِس طرح مذاق ہی مذاق میں بہلول کی مدد بھی ہو جائے گی۔ اس نے کنیزوں کو حکم دیا کہ بہلول کو سو دینار ادا کر دیے جائیں اور بہلول سے بولی — "بہلول میں بھی ایک بہشت خریدنا چاہتی ہوں" —

"کون سی" — ؟ بہلول نے اِستفسار کیا۔

زبیدہ نے یوں ہی ریت کی ایک کیاری کی جانب اِشارہ

کردیا — "مجھے وہ بہشت چاہیے" —

بہلول نے رقم لے لی اور بولا — "تم نے قیمت ادا کردی ہے — ٹھہرو — میں اس کا قبالہ تمہارے نام لکھ دیتا ہوں۔"

زبیدہ ہنسی — "میں اِس وقت جلدی میں ہوں بہلول! تم اس کا قبالہ لکھ کر محل میں لے آنا" —

وہ اتنا کہہ کر آگے بڑھ گئی — بہلول بھی اپنی مٹی کی ڈھیریاں ڈھا کر اُٹھ کھڑا ہوا اور وہ سب دینار اپنی جھولی میں ڈال کر ضرورت مندوں اور ناداروں کی تلاش میں نکل گیا۔

زبیدہ سب کچھ بھول کر اپنے معمولات میں مصروف ہوگئی۔ رات اپنے بستر پر گئی — آنکھ لگی — تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک ایسے خوشنما باغ میں ہے۔ جس کا تصوّر کرنا بھی محال ہے کہ وہ روئے زمین پر اس کی کوئی مثال ہوسکتی ہے۔ وہ حیران نظروں سے اسے دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔ اس نے آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے اور ہر لحظہ حیرت میں ڈوبتی چلی گئی — اس کے چاروں طرف عظیمُ الشان محلّات تھے۔ جن کے درودیوار میں جڑے ہوئے ست رنگے جواہرات نگاہوں کو خیرہ کر رہے تھے۔ چمن میں بہتی ہوئی نہروں کا پانی موتیوں جیسا شفّاف تھا۔ گلستان کی بہار قابلِ دِید تھی۔ کلیاں چٹک رہی تھیں۔ پھول کھِل رہے تھے۔ فضائیں معطّر تھیں

اور ہواؤں میں تازگی اور خوشگواری تھی ـــ روشیں پھولوں سے بھری تھیں اور ان کی مہک نرالی تھی ـــ

اتنی خوب صورتی ـــ اتنا حسن اور دلکشی یکجا دیکھ کر زبیدہ حیران ہو رہی تھی کہ کچھ غلام اور کنیزیں صفیں باندھے قریب آتے - زرنگار کرسی بیٹھنے کے لیے پیش کی اور مؤدبانہ لہجے میں بولے ـــ "تشریف رکھیے" ـــ

زبیدہ تصویرِ حیرت بنی اس زرّیں کرسی پر بیٹھ گئی - ایک کنیز آگے بڑھی اور اس نے ایک دستاویز چاندی کی طشتری میں رکھ کر زبیدہ کو پیش کی - زبیدہ نے کچھ متذبذب سی ہو کر دستاویز اٹھائی اور ڈرتے ڈرتے اس پر نگاہ ڈالی - اس میں سونے کے حرفوں سے لکھا تھا: ـــ "یہ قبالہ ہے اس بہشت کا جو بہلول نے زبیدہ کے ہاتھ فروخت کی ہے" ـــ

اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھ کھل گئی ـــ وہ بہت دیر تک خواب کے سحر میں کھوئی رہی - اس کی آنکھوں میں وہ تمام فردوسی مناظر رقص کرنے لگے ـــ اس نے سوچا ـــ غور کیا اور اسے یقین ہو گیا کہ اس نے جو کچھ دیکھا ہے ـــ وہ خواب کی صورت میں ایک بشارت ہے ـــ بہلول کا وعدہ سچ تھا ـــ کیونکہ اس نے بہشت کا قبالہ لکھ کر دینے کا وعدہ کیا تھا اور جیسے نظّارے اس نے خواب میں دیکھے تھے ـــ

وہ رُوئے زمین پر کہیں نہیں تھے ــــ

اس کا رُواں رُواں مسرّت وشادمانی سے ناچ اُٹھا ــــ اس نے بے خودی میں ہارون کو جگایا اور پھولے ہوئے سانسوں کے درمیان بولی ــــ "ظلِّ الٰہی ــــ آج میں نے سو دینار میں بُہلول سے ایک بہشت خریدی تھی ــــ میرا خیال تھا کہ وہ ایک مذاق ہے ــــ دیوانے کی بَڑ ہے ــــ مگر وہ ابھی ابھی مجھے خواب میں دِکھلادی گئی ہے ــــ اس کا قُبالہ میرے نام ہے ــــ میں نے ابھی اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے"۔

"تمھارا دماغ تو درست ہے ــــ اَحمق ــــ کہ تمھیں بھی اس دیوانے نے پاگل بنا دیا ہے" ــــ ہارون نے اپنی نیند خراب ہونے کی خفگی سے کہا ــــ

"نہیں ــــ میں سچ کہہ رہی ہوں ــــ میں نے خواب میں جو کچھ دیکھا ہے ــــ اس کا دیدار کسی انسانی آنکھ نے نہیں کیا ہوگا ــــ وہ بہشت میرے نام ہے ــــ خُدا کی قسم میں نے اس کی دستاویز دیکھی ہے" ــــ زُبیدہ نے جوش سے بتایا ــــ

"اوہو ــــ یہ وقت ایسے اُلٹے سیدھے خواب سُنانے کا ہے ــــ خاموش ہوجاؤ اور میری نیند خراب نہ کرو" ــــ ہارون نے غصّے سے کہا اور کروٹ بدل لی ۔

لیکن زُبیدہ کی آنکھوں سے نیند غائب تھی۔ وہ تمام رات اس نے اسی تصوّر میں گزار دی ــــ صُبح اٹھتے ہی وہ پھر ہارون کے گِرد ہوگئی اور اسے قسمیں کھا کھا کر اپنا خواب سُنایا اور اسے یقین دِلایا کہ اس کا خواب سچّا ہے اور بُہلُول سے خریدی ہوئی جنّت حقیقت ہے ــــ

ہارون نے بُہلُول کو بُلا بھیجا ــــ وہ اپنی گُدڑی میں لپٹا شہنشاہوں کی سی شان سے آیا اور معنیٰ خیز لہجے میں ہارون سے بولا ــــ "تجھ جیسے بادشاہ کو مجھ فقیر کی ضرورت کیوں آن پڑی ہے" ــــ؟

"سُنا ہے ــــ تُو نے بہشت بیچنے کا کاروبار شروع کر دیا ہے" ــــ ہارون نے مذاق اُڑایا ــــ

"مابدولت تو یہ کاروبار کب سے کر رہے ہیں" ــــ بُہلُول نے بے نیازی سے جواب دیا۔

"سُنا ہے تو نے ملکہ کو بھی کوئی بہشت بیچی ہے" ــــ ہارون نے سوال کیا ــــ

"ہاں" ــــ !! بُہلُول نے اِثبات میں سر ہلایا ــــ

"کتنے میں ــــ؟ ہارون نے پُوچھا ــــ

"سو دینار میں" ــــ وہ بولا ــــ

"بہت خُوب ــــ میں بھی تجھے سو دینار سے کچھ زیادہ ہی

دے دوں گا۔۔۔ ایک بہشت میرے ہاتھ بھی فروخت کردے"۔۔۔

ہارون نے کہا۔

بُہلُول نے قہقہہ لگایا ۔۔۔ "ہارون تیری ملکہ نے تو اَن دیکھے یہ سودا کیا تھا۔۔۔ تونے تو اُس سے سب کچھ سُن لیا ہے۔۔۔ اب اس کی قیمت ادا کرنا تیرے بس میں نہیں"۔۔۔

۸

بُہلُول کی اس کرامت نے ہارون کو فکرمند کردیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بُہلُول کی کوئی ایسی بات لوگوں کو اپنی طرف مُتوجّہ کرے اور وہ اس کے مُعتقِد بن جائیں۔ کیونکہ اسے یہ بھی بدگمانی تھی کہ امام مُوسیٰ بن جعفرؑ جنھیں اس نے قید کر رکھا تھا۔ وہ ان سے خُفیہ رابِطہ رکھتا ہے اور اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرتا ہے ۔ اس نے ان جاسوسوں کو بُلوایا۔ جو بُہلُول کے بارے میں سے تمام خبریں پہنچاتے تھے اور ان سے بولا "تم لوگوں نے بُہلُول کے بارے میں کیا پتہ چلایا ہے ؟"۔۔۔

"جان کی اَمان پاؤں تو کچھ عرض کروں"۔۔۔ ایک شخص نے جُرأت کی۔

"اَمان ہے"۔۔۔ ہارون نے کہا۔

"عالی جاہ — ! اُسے دیوانہ نہیں — دانا کہنا چاہیے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے — جیسے اُس نے خود پر دیوانگی کا ایک خول سا چڑھا رکھا ہے — وہ دانشمندی میں اچھّے بھلے ہوش مندوں کو مات دے دیتا ہے — ہم نے اس کی بہت نگرانی کی ہے — مگر کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس پر گرفت کی جاسکے" — ایک وزیر نے جواب دیا۔

"ہمیں خبر ملی ہے کہ اس نے عوام کو اپنا گرویدہ بنا رکھا ہے۔ لوگ اپنی مشکلیں لے کر اس کے پاس جاتے ہیں" — ہارون نے ناگواری سے کہا۔

"آپ نے بجا فرمایا — ظلِّ سُبحانی — !!! یہ حقیقت ہے کہ وہ لوگوں کے کام آتا ہے اور بڑے عجیب انداز میں ان کی مشکلیں حل کرتا ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں بغداد کے سوداگر کا قصّہ بیان کروں۔ جس کی مشکل بُہلُول نے آسان کی ہے" — دوسرے مُشیر نے گفتگو میں حصّہ لیا۔

"اجازت ہے" — ہارون نے اجازت دی۔

"اِس بات کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ بغداد کا ایک شریف سوداگر عجیب مشکل میں گرفتار ہوگیا تھا — وہ بہت کم مُنافع پر مال بیچتا ہے۔ اس لیے شہر میں ہردلعزیز ہے۔ اس کا ایک کاروباری رقیب جو یہودی ہے۔ اس سے حَسَد

کرتا تھا اور موقع کی تاک میں تھا کہ سوداگر کو کوئی نقصان

پہنچا سکے۔ وہ شہر میں سُود پر روپیہ بھی چلاتا ہے۔"
کچھ مُدّت گزری اس شریف سوداگر کو روپے کی ضرورت پڑی۔ اس نے یہودی سے قرض مانگا ــــ وہ روپیہ دینے پر تیار تو ہوگیا ــــ لیکن اس نے ایک نرالی شرط رکھی کہ اگر سوداگر وقتِ مقررہ پر اس کا قرض ادا نہ کرسکا ــــ تو وہ اس کے بدلے میں اس کے جسم کے جس حصّے سے چاہے گا ــــ ایک سیر گوشت کاٹ لے گا ــــ سوداگر مجبور تھا۔ اس کی عزّت پر بنی تھی ــــ اس نے مجبوراً شرط مان لی اور پکّی دستاویز لکھ کر یہودی کے حوالے کردی۔"
"اِتّفاق ایسا ہوا کہ وہ سوداگر وقتِ مقررہ پر قرض ادا نہیں کرسکا ــ تو یہودی نے فوراً عدالت میں مُقدّمہ دائر کردیا کیونکہ اس کے پاس سوداگر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دستاویز موجود تھی ــــ اس لیے قاضی کو فیصلہ یہودی کے حق میں ہی دینا تھا ــــ مگر وہ آج کل پر ٹالتا رہا ــــ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہودی سوداگر کا سخت ترین دشمن ہے ــــ وہ اس کا ایسا عُضو کاٹنا چاہتا ہے جو اس کی مَوت کا باعث بن جاتے۔
"یہودی ہر روز قاضی سے حُکم جاری کرنے کا تقاضا کرنے لگا۔
قاضی کے پاس بھی سوداگر کے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہیں تھی ــــ

لوگ بھی اس کے حال پر کڑھتے تھے ۔۔۔ کسی نے بہلول سے بھی یہ قصہ جا کہا ۔۔۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ۔۔۔ اپنی گدڑی اٹھا کر کندھے پہ ڈالی اور قاضی کی عدالت میں جا پہنچا ۔۔۔ اور قاضی سے بولا ۔۔۔

"قاضی جی ۔۔۔ کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اِنسانیت کے ناطے اس سوداگر کی وکالت کروں" ۔۔۔

قاضی نے اُسے اجازت دے دی ۔۔۔ تو وہ اپنا عصا کھٹکھٹاتا آگے بڑھا اور بڑے اطمینان سے سوداگر اور یہودی کے درمیان جا بیٹھا ۔ اور سوداگر سے بولا ۔۔۔ "بھائی سوداگر! کیا تو نے اس کو دستاویز لکھ کر دی ہے کہ اگر تو قرض ادا نہ کرسکے تو اسے اِختیار ہے کہ یہ تیرے جسم کا ایک سیر گوشت جس جگہ سے چاہے اُتار لے" ۔۔۔

"مجھے اِس سے اِنکار نہیں ہے" ۔۔۔ وہ ٹھنڈی سانس بھر کر بولا ۔۔۔

پھر بہلول یہودی کی طرف متوجہ ہوا ۔۔۔ "کیوں بھائی کیا یہی دستاویز لکھی گئی تھی کہ تم اس کے جسم سے ایک سیر گوشت جہاں سے چاہو گے کاٹ لو گے" ۔۔۔

"بالکل یہی اِقرار ہوا تھا ۔۔۔ میرے پاس دستاویز موجود ہے" ۔۔۔ یہودی نے بڑے فخر سے بتایا ۔۔۔

"تو پھر ٹھیک ہے بھائی ــــ تمھیں پورا حق حاصل ہے کہ تم سوداگر کے جسم سے ایک سیر گوشت کاٹ لو ــــ جہاں سے جی چاہے کاٹو ــــ لیکن اِتنا خیال رکھنا کہ شرط صِرف گوشت کی ہے اور وہ بھی پورا ایک سیر ــــ نہ کم نہ زیادہ ــــ اور خون کا ایک قطرہ نہ نکلے۔ اگر تم نے ایک سیر سے کم یا زیادہ کاٹا یا سوداگر کا خون ضائع ہوا تو تمھیں اقدامِ قتل کی سزا ملے گی" ــــ بہلول نے بہت مزے سے کہا ــــ

یہودی کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ لوگ عش عش کر اُٹھے اور قاضی نے حکم دیا کہ یہودی کو صِرف رقم ادا کر دی جائے۔

"بہت خوب" ــــ !!! ہارون نے توصیفی انداز میں کہا "بہت دُور کی کوڑی لایا بہلول" ــــ

"عالی جاہ ــــ اس کا دیوانہ دماغ اکثر دُور کی کوڑی لاتا ہے ــــ اگر مجھے اجازت ہو تو میں بتاؤں کہ اس نے ایک بیوقوف غلام کو کیا خوب سبق سکھایا" ــــ کوئی دُوسرا مُقرّب بولا۔

"بیان کرو" ــــ ہارون نے اجازت دی۔

چند روز ہوئے یہ خاکسار ایک کشتی میں بصرے گیا۔ اس میں اور لوگوں کے ساتھ بہلول بھی سوار تھا ــــ اچانک ایک سوداگر کا غلام رونے اور چلّانے لگا ــــ "خدا کے لیے مجھے کشتی سے اُتارو ــــ نہیں تو میں مرجاؤں گا ــــ خدا کیلئے

اس کشتی کو واپس لے جاؤ ـــــ سمندر کی لہریں اسے اُلٹا دیں گی
ہم سب ڈوب جائیں گے ـــــ تمہیں خدا رسُول کا واسطہ کشتی
کو روکو" ـــــ

اسے ایک لمحہ بھی قرار نہیں آرہا تھا اور اس کی چیخ وپکار
سے کشتی میں سوار لوگ بہت پریشان ہو رہے تھے ـــــ کچھ
مُسافروں نے اُسے تسلّی دینے کی کوشش بھی کی ـــــ ہر طرح سے
سمجھایا بُجھایا ـــــ لیکن اسے کِسی پَل چین نہیں تھا ـــــ

بُہلُول نے غلام کے مالِک سے کہا ـــــ "جناب! اگر آپ
اجازت دیں تو میں آپ کے غُلام کا خوف دور کردوں ـــــ
بچارا بہت پریشان ہے" ـــــ

"نیکی اور پُوچھ پُوچھ ـــــ بھلا اس سے بہتر اور کیا بات
ہوگی ـــــ اس کا کوئی بندوبست کرو ـــــ یہ خود تو پریشان ہے
ہی ـــــ اس کی چیخ وپکار ہمارے دماغ پر بھی ہتھوڑے کی
طرح برس رہی ہے ـــــ اللہ تمہیں جزائے خیر دے ـــــ
اسے پُرسکون کردو" ـــــ سوداگر نے جلدی سے کہا ـــــ

باقی لوگوں نے بھی اس کی ہاں میں ہاں مِلائی ـــــ
بُہلُول نے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا ـــــ "بھائیو ـــــ
تمہیں زحمت تو ہوگی ـــــ ذرا اس بچارے غُلام کو اُٹھا کر سمندر
میں تین چار ڈبکیاں تو دِلوا دو" ـــــ

لوگ ہنس پڑے — کچھ نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا — غلام اور زیادہ چیخ و پکار کرنے لگا — بُہلُول بولا — بھائیو — جب اس کے مالک نے اجازت دے دی ہے تو تمھیں کیوں تامُّل ہے — شاباش اٹھو — اس کو سمندر میں دو چار غوطے دِلوا دو — چلو بِسْمِ اللّٰہ کرو" —

سوداگر نے اس کی تائید کی — تو غلام کے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں نے اس کو پکڑ لیا۔ غُلام نے واویلا مچا کر آسمان سر پر اُٹھا لیا — بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر اس کی ایک نہیں چلی — کچھ آدمیوں نے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا اور سمندر میں غوطے دینے لگے — وہ بچاؤ — بچاؤ — کا شور مچانے لگا۔

چند لمحوں بعد بُہلُول نے کہا — "یار — اس بچارے پر ترس کھاؤ اور اب بس کرو — اس کا علاج ہو گیا ہے۔"

مُسافروں نے اسے واپس کھینچ لیا — اس نے ہانپتے کانپتے اپنے ناک اور مُنہ سے پانی نکالا — بال پونچھے اور ایک کونے میں بالکل چُپ بیٹھ رہا — باقی مسافروں نے حیرت سے اس کی اس خاموشی کو دیکھا — اور بُہلُول سے سوال کیا کہ "اس نے یہ نُسخہ کیونکر ایجاد کیا جو اس قدر کارگر ثابت ہوا" — ؟

بُہلُول نے ہنس کر جواب دیا — "اس بچارے کو کشتی

کے آرام کی قدر و قیمت کا اندازہ ہی نہیں تھا ــــ سمندر میں غوطے کھا کر اسے یہ نکتہ سمجھ میں آگیا ہے کہ کشتی سمندر کے مقابلے میں کتنی محفوظ ہے"ــــ

ہارون مُسکرایا ــــ "اس مسخرے کا بھی کوئی ایسا ہی علاج کرنا پڑے گا ــــ جو دیوانہ بن کر دُوسروں کو دیوانہ بناتا پھرتا ہے"ــــ

"ظِلِّ اِلٰہی نے بجا فرمایا ــــ ہمارا اندازہ بھی یہی ہے کہ وہ دیوانہ نہیں ہے ــــ بلکہ دُوسروں کو بیوقوف بنانے کے لیے ایسی حرکتیں کرتا ہے ــــ کچھ روز پہلے تو ہمیں اس کا ثبوت بھی مل گیا کہ وہ دیوانہ ــــ پاگل اور دانشمند میں تمیز کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے"ــــ ایک شخص نے کہا ــــ

"وہ کِس طرح ــــ ؟ بیان کرو" ــــ ہارون نے مُتجَسِّس لہجے میں کہا ـ

"جب بُہلول کو پاگل پَن کا دورہ پڑا تھا ــــ تو ایک تاجر نے غالباً" فال لینے کی غرض سے بُہلول سے پوچھا ــــ "حضرت شیخ بُہلول صاحب ــــ ! مہربانی فرما کر مجھے مشورہ دیں کہ میں کونسا مال خریدوں جو نفع بخش ہو"ــــ ؟

بُہلول نے بڑے اطمینان سے کہہ دیا ــــ "بھائی تم لوہا اور روئی خرید لو ــــ اللہ تعالیٰ برکت دے گا"ــــ

دیوانوں اور درویشوں کی باتوں سے اکثر لوگ فال لیتے ہی ہیں، اس نے بھی بُہلُول کی بات پر عمل کیا ــــ اتفاقاً اسے بہت زیادہ مُنافع ہوا" ــــ

دو ڈھائی ماہ بعد، اس نے پھر مال خریدنے کا ارادہ کیا تو سوچا کہ پھر بُہلُول کی باتوں سے فال لی جائے ــــ وہ اس کے پاس آیا ــــ یہ اپنی ان دیوانی حرکتوں میں لگا ہوا تھا ــــ تاجر نے اسے بُلایا ــــ تو اپنے عَصَا پر سوار ہوکر ٹخ ٹخ کرتا آیا ــــ اس نے اس کی حالت دیکھ کر ہنس کر کہہ دیا ــــ

"او پاگل بُہلُول ــــ ذرا یہ تو بتا کہ اِس بار میں تجارت کے لیے کون سا مال خریدوں" ــــ

بُہلُول فوراً بولا ــــ "جا بھائی پیاز اور تربوز خرید لے" ــ

"اس احمق نے بغیر سوچے سمجھے اپنا تمام سرمایہ پیاز اور تربوز خریدنے میں لگا دیا ــــ فصل کے دنوں میں تو ویسے ہی ان کی مانگ نہیں تھی ــــ کچھ دن ذخیرہ کیے ــــ تو وہ سڑ گئے اور اسے خسارہ اٹھانا پڑا ــــ وہ غصّے میں بھرا ہوا بُہلُول کے پاس آیا اور بولا ــــ "او بُہلُول ــــ تُو نے مجھے یہ کیسا مشورہ دیا تھا ــــ میرا سارا سرمایہ ڈوب گیا ہے ــــ حالانکہ پچھلی بار تیرے مشورے سے مجھے بہت منافع ہوا تھا" ــــ

بُہلُول بولا ــــ "حضرت ــــ پہلے روز جب آپ نے مجھ

سے مشورہ مانگا تھا — تو جناب شیخ بُہلُول کہہ کر مجھے آواز دی تھی — گویا آپ نے مجھے دانشمند سمجھ کر میرے وقار کا خیال رکھا — میں نے بھی دانشمندی سے مشورہ دیا — لیکن دوسری بار آپ کو یاد ہے کہ آپ نے کیا گوہر افشانی فرمائی تھی" — ؟

"نہیں" — تاجر کو یاد نہیں تھا —

"آپ نے فرمایا تھا — او پاگل بُہلُول — !! چُونکہ آپ نے مجھے پاگل سمجھ کر مخاطب کیا تھا — اس لیے میں نے بھی آپ کو پاگل پن سے ہی مشورہ دیا تھا" —

"بہت خُوب — !!! ہارون محظوظ ہوا — "یہ تو ہوشمند دیوانہ ہے — اس کا کوئی بندوبست کرنا ہی پڑے گا" —

"آپ کا فرمانا بجا — لیکن حُضور — اس کی اس دیوانگی نے اسے عوام سے بہت قریب کر دیا ہے — یہ مُفت میں ان کی مشکلیں حل کرتا ہے — ہر غریب کے ساتھ اُٹھ کر چل پڑتا ہے — اس پر ذرا اِحتیاط سے ہاتھ ڈالنا ہو گا" — وزیر نے اظہارِ خیال کیا —

"ہوں — تو پھر تم ہی بتاؤ کہ اس پر کون سی فردِ جُرم عائد کی جائے کہ عوام میں کوئی ردِّ عمل نہ ہو" — ؟ ہارون نے پوچھا۔

"جان کی امان پاؤں — تو ایک تجویز پیش کروں" —

ایک مُشیر نے مُحتاط لہجے میں کہا۔
"اَمان ہے" ــــ ہارون نے شاہانہ نخوت سے گویا
اِحسان کیا۔
"اس پر اِلزام لگایا جاسکتا ہے کہ وہ انبیائے سَلَف کی
توہین کرتا ہے ــــ اس لیے اسلام سے خارج ہے اور واجبُ
القتل ہے" ــــ اس نے بتایا۔
"کوئی ثبوت" ــــ ؟؟ ہارون نے رُعبِ شاہی سے کہا۔
"اس کا ثبُوت بھی موجود ہے اور گواہ بھی" ــــ مُشیر بولا۔
"بیان کرو" ــــ ہارون نے تحکّمانہ شان سے کہا۔
"کچھ لوگوں نے بُہلُول سے حضرت لُوط عَلَیْہِ السَّلام کے
بارے میں پوچھا کہ وہ کِس قوم کے پیغمبر تھے ؟ ــــ تو وہ کہنے
لگا ــــ کہ ان کے نام سے ظاہر ہے کہ وہ اوباشوں اور عیّاشوں
کے پیغمبر تھے ــــ لوگ اس کے پیچھے پڑگئے تو پیغمبرِ خُدا کی شان
میں گستاخی کرتا ہے ــــ تو اس نے یہ کہہ کر اپنی جان بچائی کہ
میں نے پیغمبر کی شان میں تو گُستاخی نہیں کی ــــ میں نے تو اُن
کی قوم کی بات کی ہے ــــ اس کی تائید قرآنِ پاک میں موجود
ہے" ــــ
ہارون زیرِ لَب مُسکرایا ــــ اور بولا ــــ "نہیں ــــ نہیں
اُس پہ یہ اِلزام ثابِت نہیں کیا جا سکتا ــــ یہ دیوانہ بڑا حاضر

جواب ہے اور دوسروں کو لاجواب کرنے کا ہُنر خوب جانتا ہے۔"

"عالی جاہ ___ ایسا ویسا حاضرِ جواب ___ اس نے تو آپ کے وزیرِ مملکت کا ایسا ناطقہ بند کیا تھا کہ موصُوف بغلیں جھانکنے لگے تھے۔ حالانکہ وہ خُود کو بہت حاضر دماغ سمجھتے ہیں" ___ ایک مُشیر نے وزیرِ مملکت کا تذکرہ کیا جو اس وقت محفل میں موجود نہیں تھا۔

"وہ قصّہ کیا ہے، بیان کیا جائے" ___ ہارون نے اجازت دی ___

"عالی جاہ ___ ہُوا یوں کہ ایک روز بُہلول یہاں آیا تو اِتّفاقاً وزیرِ مملکت سے مُلاقات ہوگئی ___ انھوں نے مزاحاً بُہلول سے کہا ___ "بُہلول ___!! مُبارک ہو ___ ابھی ابھی حکم آیا ہے کہ خلیفہ نے تجھے کُتّوں، مُرغوں اور سُوروں کا امیر اور حاکِم بنا دیا ہے" ___

بُہلول نے ایک لمحہ توقّف نہیں کیا اور بڑے رُعب سے بولا ___ "خبردار ___ اب ہمارے حُکم سے سرتابی کی جُرأت نہ کرنا۔ اس حُکم سے تو بھی میری رعیّت ہوگیا ہے" ___ اس نے یہ بات اتنی بے ساختگی سے کہی کہ وہاں موجود کوئی بھی اپنی ہنسی پر قابو نہیں پاسکا اور وزیرِ مملکت کو وہاں سے ٹلتے ہی بنی۔"

ہارون ہنسنے لگا ___ تو اس کے خوشگوار مزاج سے شہ پاکر

مُشیر کے کسی حاسِد نے موقع غَنیمت جان کر کہا ـــ "عالی جاہ مُشیر صاحب نے وزیرِ مَملُکَت کا واقعہ تو بیان کر دیا ـــ لیکن ذرا ان سے بھی تو پُوچھیے کہ پچھلے ہفتے حضرت بُہلُول نے ان کے ساتھ کیا کیا ہے" ـــ ؟

ہارون نے اس کی جانب دیکھا ـــ "بولو ـــ کیا ہُوا تھا" ـــ ؟؟

وہ خفیف سا ہوگیا اور اس شخص پر قہر آلود نگاہ ڈال کر بولا ـــ "ظِلِّ اِلٰہی ـــ حاسِدوں کا کام دوسروں کو نیچا دکھاتا ہے" ـــ

"تم نے وزیرِ مَملُکَت کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کا نشانہ تمھاری اپنی ذات بھی بن گئی ہے ـــ فوراً وہ قِصّہ بیان کرو" ـــ ہارون نے سرزنش کی۔

سرتابی کی مَجال کس میں تھی ـــ وہ خَجِل سا ہوکر اپنا قِصّہ آپ ہی کہنے لگا ـــ "عالی جاہ ـــ اس روز میں نے کھانے کے ساتھ پنیر بھی کھایا تھا ـــ شاید اس کا کوئی ریزہ میری ڈاڑھی میں بھی اَٹکا رہ گیا ـــ لیکن مجھے اس کی خبر نہیں تھی ـــ شُومئی قسمت کہ بُہلُول اس طرف آ نکلا اور مجھ سے پُوچھنے لگا ـــ "مُشیر صاحب ـــ آج آپ نے ناشتے میں کیا تناوُل فرمایا ہے" ـــ ؟

میں نے ہنسی ہنسی میں کہہ دیا ــــ "میں نے کبوتر کھایا ہے" ــــ؟

تو وہ کہنے لگا ــــ "تب ہی اس کی بیٹ آپ کی ریشِ مبارک میں اٹکی ہوئی نظر آرہی ہے" ــــ

ہارون بے ساختہ ہنس پڑا ــــ "واللہ کیسا مسخرہ ہے یہ بہلول ــــ کل اُسے دربار میں طلب کرو ــــ ہم خود اس سے بات کریں گے" ــــ

۹

اگلے روز بہلول دربار میں حاضر تھا ــــ ہارون اپنے زرنگار تخت پر شاہی لباس پہنے بڑی تمکنت سے بیٹھا ہوا تھا ــــ بہلول اپنی بوسیدہ پاپوش اور پیوند لگی گدڑی کے ساتھ اُس کے حضور پیش کیا گیا ــــ ہارون نے ایک قہر آلود نگاہ اُس پر ڈالی اور خشمگین لہجے میں بولا ــــ "بہلول ــــ!!! تو بہت ہوشیار بنتا ہے ــــ لیکن ہمیں پتہ چلا ہے کہ تو حکومت کے باغی موسیٰؑ بن جعفرؑ کے دوست داروں میں سے ہے ــــ اُنھی کے حکم پر تو دیوانہ بنا ہوا ہے ــــ تاکہ عوام کو ان کی طرف متوجّہ کرکے ہماری حکومت کا تختہ اُلٹ دے ــــ تو سمجھتا ہے کہ پاگل ہونے کی وجہ سے تیری کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی ــــ

لیکن یاد رکھ کہ حکومت تیری طرف سے غافل نہیں ہے ــــ
تیری سب سرگرمیوں کی خبر ہمیں برابر ملتی ہے"ــــ
بُہلول نے مضحکہ خیز صورت بنائی ــــ "ظاہر ہے کہ تمھارے
نمک حلال شکاری کُتّے صحیح اطلاع ہی لے کر آتے ہوں گے۔
تو اب خلیفہ مجھ سے کیسا سُلوک کریں گے"ــــ؟

بھرے دربار میں مذاق اُڑانے پر ہارون کو اور طیش آیا ــــ
"تمھیں ایسا سبق سکھایا جائے گا کہ تم دوسروں کے لیے نمونۂ
عبرت بن جاؤ گے"ــــ اس نے غصّے سے کہا اور اپنے غلام کو
پکارا ــــ "مسرُور ــــ لے جاؤ اس گستاخ کو ــــ اس کے
کپڑے اُتار لو اور اس پر گدھے کا پالان ڈال دو ــــ اس
کے مُنہ میں لگام دو ــــ اسے محل اور حرم سرا میں پھراؤ اور
اس کے بعد میرے سامنے اس کا سرِ پُر غرور اڑا دو"ــــ

دربار میں سناٹا چھا گیا ــــ درباری ہیبتِ شاہی سے
کانپ گئے ــــ لیکن بُہلول شانِ بے نیازی سے کھڑا مُسکراتا
رہا ــــ مسرُور آگے بڑھا اور اس نے بُہلول کی گُدڑی گھسیٹ
کر پرے اُچھالی ــــ اس کا بوسیدہ لباس نوچ کر اس پہ گدھے
کا پالان کس دیا ــــ اس کے منہ میں لگام دی اور اسے کھینچتا
ہوا محل اور حرم سرا کی طرف لے گیا۔

شاہی درباروں اور محل سراؤں میں انسانیت کی تذلیل

روز کا معمول ہے ــــ اِس لیے بُہلول کی اس ہیئتِ کذائی پر
کسی کو تعجب نہیں ہوا ــــ محل اور حرم سرا کے مکین انسانیت
کی اس توہین کو تماشے کی طرح دیکھتے رہے ــــ کسی نے سوچا
کہ بُہلول تو دیوانہ ہے ــــ اِس لیے سزا کا مُستوجب نہیں ــــ
لیکن جان کے خوف نے زبانوں کو بند کر رکھا تھا ــــ کوئی کچھ
نہ کہہ سکا ــــ

مسرور اُس کی لگام کھینچتا اُسے دربار میں واپس لے آیا۔
اور ہارون کے سامنے ادب سے جُھک کر بولا ــــ "عالی جاہ!
آپ کے حکم کی تعمیل ہوئی ــــ کیا اس کی گردن اُڑا دی جائے"؟
ہارون نے ابھی جواب نہیں دیا تھا کہ ناگاہ اس کا وزیر
جعفر برمکی دربار میں داخل ہوا ــــ اس نے حیرت سے بُہلول کی
یہ حالت دیکھی اور بولا ــــ
بُہلول ــــ خیریت تو ہے ــــ ایسا کیا قصُور ہو گیا ہے
تم سے جو یہ حالت بنی ہے" ــــ؟
بُہلول ہنسا ــــ "جناب عالی ــــ یہ تو کچھ بھی نہیں ــــ
ابھی تو میری گردن بھی ماری جائے گی" ــــ
"مگر کس جرُم میں" ــــ؟ جعفر برمکی نے پُوچھا۔
"میں نے ایک سچّی بات کہہ دی تھی ــــ جس کے انعام
میں خلیفہ نے مجھے یہ خلعتِ فاخرہ عطا کی ہے اور جامِ مرگ

میرا انتظار کر رہا ہے"۔۔۔

ہارون کو بے ساختہ ہنسی آگئی ۔۔۔ خلیفہ کو ہنستے دیکھ کر درباری اور جعفر برمکی جو اپنی ہنسی ضبط کر رہے تھے ۔۔۔ وہ بھی ہنس پڑے ۔۔۔ ہارون کا غُصّہ کافُور ہوگیا اور اس نے شاہی حکم جاری کیا ۔۔۔ "جیسی بُہلُول نے کہی ہے اسے ویسی ہی خلعتِ فاخرہ عطا کی جائے"۔۔۔

"خلیفہ کے اس کرم کا شکریہ ۔۔۔ مجھے اپنی پیوند لگی گُدڑی ہی غنیمت ہے"۔۔۔ بُہلُول نے اپنی گُدڑی شانے پہ ڈال لی۔

"بُہلُول کو درہم و دینار عطا کیے جائیں"۔۔۔ شاہی فرمان جاری ہوا۔

"نہیں ۔۔۔ مجھے اہلِ جہنّم کی پیشانیوں اور پُشتوں پر لگنے والی مُہروں کی ضرورت نہیں"۔۔۔ بُہلُول چلنے پر تیار ہوگیا۔

ہارون نے اسے روکا ۔۔۔ "بُہلُول ۔۔۔ اگر تم اس انعام و اکرام کو اپنے استعمال میں نہیں لانا چاہتے تو غریبوں اور محتاجوں میں بانٹ دینا ۔۔۔ ان کا بھلا ہو جائے گا"۔۔۔

بُہلُول رک گیا اور اس نے رقم کی تھیلیاں غلام سے لے لیں ۔۔۔ چند قدم چلا اور رک گیا ۔۔۔ کچھ سوچنے لگا ۔۔۔ پھر آگے بڑھا اور رک گیا ۔۔۔ پھر کچھ سوچا اور واپس پلٹ آیا ۔۔۔ اس نے رقم کی تھیلیاں ہارون کے سامنے ڈھیر کر دیں ۔۔۔ اور بولا:

"ہارون — میں نے بہت سوچا ہے کہ ان اشرفیوں کی سب سے زیادہ ضرورت کس کو ہے — لیکن مجھے تجھ سے زیادہ مستحق کوئی اور نظر نہیں آیا — تجھ سے زیادہ نادار اور ضرورتمند شاید اور کوئی نہیں — کیونکہ میں روز دیکھتا ہوں کہ تیرے کارندے ہر جگہ لوگوں کو کوڑے مار مار کر ان سے ٹیکس وصول کرتے ہیں — تاکہ تیرے خزانے پُر ہوں — سارے شہر میں سب سے بڑا ضرورت مند تو تُو خود ہے — اس لیے یہ رقم تُو ہی رکھ لے" —

خلیفہ دم بخود رہ گیا — اہلِ دربار سناٹے میں آ گئے — بہلول کے انجام کا سوچ کر ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے — لیکن بہلول اطمینان سے چل کھڑا ہوا —

"روکو — !!! روکو اس دیوانے کو روکو" — اچانک خلیفہ ہارون کی آواز گونجی —

اہلِ دربار اس تصوّر سے ہی کانپ گئے کہ اب بہلول کا عتابِ شاہی سے بچنا محال ہے —

دو غلام تیزی سے آگے بڑھے اور بہلول کو گھسیٹ کر ہارون کے سامنے لے آئے —

ہارون کی آنکھیں نم تھیں اور پشیمانی نے اس کی آواز کو پست کر دیا تھا — وہ گہری سانس لے کر بولا — "بہلول —

تیری دیوانگی ہم جیسے ہوش مندوں کے لیے ایک نعمت ہے ـ
تیری اس بات نے میرے دل کو نرم کر دیا ہے ــــ میرا جی چاہتا
ہے کہ تجھ سے کچھ پند و نصیحت کی فرمائش کروں "ــــ

غلاموں نے فوراً ہی بہلول کو چھوڑ دیا ــ وہ اپنی مخصوص
شان بے نیازی سے گویا ہوا ــــ " ہارون ــ پچھلے خلیفوں کے
محلوں اور ان قبروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کر ــ تو خوب جانتا
ہے کہ یہ لوگ عرصۂ دراز تک ان محلوں میں عیش و عشرت
کی زندگی گزارتے رہے ــ اور اب قبروں میں پڑے پچھتاتے
اور افسوس کرتے ہیں کہ کاش ــ انھوں نے اپنی آخرت کے لیے
کچھ نیک اعمال اپنے ساتھ لے لیے ہوتے ـ مگر اب انھیں
اس پچھتاوے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا ــــ ہم سب بھی
جلد یا بدیر اسی انجام کو پہنچنے والے ہیں ــ جب یہ شاہی
رُعب و دَبدَبہ اور شان و شوکت کوئی کام نہیں دے گی "ــــ

ہارون پر کپکپی سی طاری ہوگئی ــــ مُتأسِّف لہجے میں
بولا ــــ " بُہلُول کچھ ایسے اعمال بتا جن کے بجا لانے سے
اللہ مجھ سے خوش ہو جائے "ــــ

" اس کی مخلوق کو خوش کر ــ وہ تجھ سے راضی ہو جائے
گا "ــــ بُہلُول نے جواب دیا ــ

" اب اِس کی تدبیر بھی بتا دو کہ خَلقِ خُدا کو کس طرح خوش

رکھا جاسکتا ہے" ـــــ ہارون نے پوچھا ـــــ

"عَدل و اِنصاف میں سب کو برابر کا درجہ دو ـــ جو اپنے لیے مُناسِب نہیں سمجھتے ـــ دُوسروں کو بھی اس کا مستحق نہ سمجھو ـــ مظلُوم کی فریاد توجّہ سے سُنو اور اِنصاف سے فیصلہ کرو" ـــ بُہلُول نے بُردباری سے کہا ـــ

"آفرین صد آفرین بُہلُول ـــ مَرحَبا ـــ !!! تم نے کیسی حق بات کہی ہے ـــ مَرحَبا ـــ !!! ہارون نے توصِیفی لہجے میں کہا ـــ اس کی ہاں میں ہاں ملانے والے درباریوں نے بھی نعرۂ ہائے تحسین بلند کیے ـــ

ہارون نے حُکمِ شاہی جاری کیا ـــ "حُکم دیا جاتا ہے کہ شاہی خزانے سے بُہلُول کے تمام قرض ادا کر دیے جائیں" ـ

"ہارون قرض سے بھی کبھی قرض ادا ہوا ہے" ـــ بُہلُول نے اسے مُخاطب کر کے کہا ـــ "شاہی خزانے میں جو کچھ ہے ـ وہ عوام کا مال ہے اور خلیفہ پر قرض ہے ـ تمھارے لیے یہی مُناسِب ہے کہ عوام کا قرض انھیں لوٹا دو ـــ مجھے تمھارا یہ اِحسان نہیں چاہیے" ـــ

"تو پھر بُہلُول کوئی تو خواہش کرو ـــ میں دل سے چاہتا ہوں کہ تمھاری کوئی آرزو پوری کروں" ـــ ہارون نے زور دے کر کہا ـــ

"تو پھر میری خواہش اور آرزو یہی ہے کہ میری نصیحتوں پر عمل کرو — لیکن افسوس کہ دنیا کی شان و شوکت اور اقتدار کا نشہ بہت جلد میری ان نصیحتوں کو فراموش کرا دے گا" —
یہ کہتا ہوا وہ دربار سے باہر نکل گیا — ہارون اور اہلِ دربار جُھکے ہوئے سروں کے ساتھ خاموش بیٹھے رہ گئے۔

۱۰
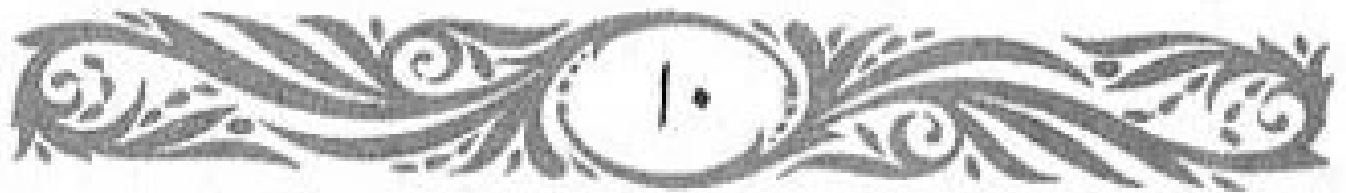
بُہلُول اپنے ویران کھنڈر میں واپس آیا — تو دیکھا اس میں قدموں کے نشان ہیں — یوں معلوم ہوتا تھا — جیسے کوئی یہاں آیا ہے — اس نے فوراً ایک خاص جگہ پر دیکھا۔ تازہ کُھدی ہوئی مٹی جس کو ہموار کیا گیا تھا — بتا رہی تھی کہ اس کا اندیشہ درست تھا — اس نے اپنی چھڑی سے مٹی کو ہٹایا — اس کی جمع شدہ رقم غائب تھی —

بُہلُول کچھ رقم کسی ہنگامی ضرورت کے لیے مٹی میں چُھپا کر رکھتا تھا — غالباً کِسی نے اسے رقم چُھپاتے ہوئے تاڑ لیا تھا — اس نے اپنی گُدڑی اُٹھائی اور چل پڑا — اور نزدیک ہی واقع موچی کی دوکان پر پہنچا — اور بڑی خوش طبعی سے اُسے سلام کیا۔

"آؤ — آؤ بُہلُول — !!! کیسے آنا ہوا" — ؟ موچی نے

خُوشی سے پوچھا۔

"میں نے سوچا کہ تم سے مِل آؤں ــــ پھر تم سے ایک کام بھی ہے" ــــ بُہلُول نے کہا۔

"کیسا کام" ــــ ؟؟ موچی نے پوچھا۔

"تم ایک اچھّے انسان ہو ــــ مجھ جیسے دیوانے کے ساتھ بھی خُوش اَخلاقی سے پیش آتے ہو ــــ میں تم سے ایک مشورہ لینا چاہتا ہوں" ــــ بُہلُول نے کہا۔

"یہ تمھاری مہربانی ہے کہ تم ایسا سمجھتے ہو" ــــ موچی نے خُوش ہوکر کہا۔

بُہلُول ذرا قریب ہوا اور بولا ــــ "تم تو جانتے ہو کہ میں ویرانوں، کھنڈروں اور خالی مکانوں ہی میں رہتا ہوں میں جہاں بھی رہا ــــ وہاں تھوڑی بہت رقم اپنے بُرے وقت کے لیے بچاکر زمین میں دفن کردی ــــ تم ذرا حساب لگاکر مجھے بتادو کہ یہ رقم کُل کتنی ہوتی ہے" ــــ

"ہاں ــــ ہاں کیوں نہیں ــــ تم بتاؤ ــــ میں حساب کردیتا ہوں" ــــ موچی نے فراخ دِلی سے کہا۔

"خُدا تمھارا بھلا کرے ــــ شہر کے مشرقی گوشے میں جو کھنڈر ہے ــــ وہاں میں نے شاید سو سکّے دبا رکھے ہیں۔ قبرستان میں تقریباً ڈھائی سو سکّے ہوں گے اور ایک مکان

کے صحن میں تو پورے پانچ سو ہیں — ہاں یاد آیا نہر کے کنارے بھی پچاس سکّے دفن ہیں — تو یہ سب ملا کر کُل کتنے ہوئے؟" بُہلُول نے پوچھا۔

"اگر یہ سکّے سونے کے ہیں تو ان کی مالیت دو ہزار کے لگ بھگ ضرور ہے" — موچی نے حساب لگا کر بتایا۔

بُہلُول کچھ دیر سوچتا رہا پھر سر اُٹھا کر بولا — "یار — میں چاہتا ہوں کہ ان سب جگہوں سے وہ تمام سکّے نکال لاؤں اور اس ویرانے میں چھُپا دوں — یہاں آمدورفت کم ہے — میرا خیال ہے یہ جگہ زیادہ محفوظ ہے" —

"یہ تو بہت اچّھا خیال ہے — تمام رقم ایک جگہ رکھو تاکہ جب ضرورت پڑے تو نکالنے میں آسانی ہو" — موچی نے دِل ہی دِل میں خُوش ہوتے ہوئے مشورہ دیا۔

بُہلُول اپنی چھڑی کے سہارے اُٹھا — "اچّھا تو بھائی میں چلتا ہوں — آج ہی یہ کام کرلوں تو اچّھا ہے — سارے سکّے نکال کر لے آؤں اور یہاں گاڑ دوں — میرے لیے دُعا کرنا۔"

"ہاں — جاؤ — اللہ تمھارا نگہبان ہو" — موچی نے اسے اَلوَداع کہا۔

وہ چلا گیا — تو موچی نے سوچا کہ اس نے بُہلُول کے جو سکّے زمین کھود کر چُرائے تھے — انھیں واپس رکھ آئے تاکہ جب

بُہلُول اپنے باقی سکے لے کر آئے تو اسے شک نہ ہو — اور وہ اپنی باقی دولت بھی یہاں گاڑ دے — اس کے بعد وہ موقع دیکھ کر ساری رقم نکال لے گا۔

وہ جلدی سے گیا اور اسی جگہ بُہلُول کی رقم دبا کر واپس آگیا — بُہلُول کہیں شام کو واپس آیا — اس نے مٹی ہٹا کر اپنی رقم نکال لی اور وہ ویرانہ چھوڑ کر چلا آیا — موچی بچارہ اس کا انتظار ہی کرتا رہ گیا۔

وہ اپنی رقم نکال کر اس ویرانے سے نکلا اور کوئی دوسرا ٹھکانہ تلاش کرنے لگا — اِتّفاقاً اسے ایک شکستہ مکان نظر آیا — جو خالی پڑا تھا — تمام شہر جانتا تھا کہ وہ ویرانوں سے مانوس ہے — اور ایسی ہی جگہوں پر رہتا ہے — اس لیے عُموماً کوئی اس سے تعرض نہیں کرتا تھا — اس کی بے سرو سامانی ہی اس کا اثاثہ تھی — اس نے اس شکستہ مکان کا ایک گوشہ صاف کیا اور وہیں ڈیرا جما لیا۔

ابھی اسے وہاں بسیرا کیے کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ٹوٹے ہوئے دروازے سے ایک شخص اندر داخل ہوا — اس نے سلام کیا اور بولا "واہ — واہ —!! بہت خُوب —! یہ دیکھ کر مجھے بہت خُوشی ہوئی ہے کہ بُہلُول جیسا نامور شخص میرا نیا کرایہ دار ہے۔"

بُہلُول سیدھا ہو بیٹھا —— "مجھے بھی اس عالیشان مکان کے مالک سے مِل کر بے حد خُوشی ہوئی ہے"

"مجھے امید ہے کہ آپ اس ماہ کا کرایہ ادا کر دیں گے"۔ مالکِ مکان نے کہا۔

بُہلُول نے مکان کی لرزتی ہوئی چھت اور شکستہ دیواروں کی جانب اشارہ کیا —— "جناب نے اپنے اس شاندار محل کی حالت مُلاحَظہ فرمائی ہے کہ ذرا سی ہوا چلے تو اس کی چھت اور دیواریں بولنے لگتی ہیں" ——

بے شک —— ! بے شک —— ! آپ دُرست فرماتے ہیں۔ آپ جیسا بزرگ یہ بھی جانتا ہوگا کہ تمام موجوداتِ عالَم خُدا کی حَمد و ثنا کرتے ہیں۔ یہ جو آواز آپ سُنتے ہیں یہ اس مکان کے تسبیح کرنے کی صَدا ہے" —— وہ بولا۔

بُہلُول نے اپنا عَصا سنبھالا اور فوراً ہی اُٹھ کھڑا ہوا اور بولا —— "حضرت ! آپ جیسے دانشمند انسان کو یہ تو معلوم ہوگا کہ مَوجُودات حَمد و ثَنا اور تسبیح و تَہلِیل کے بعد سجدہ بھی کرتے ہیں اور میں آپ کے اِس مکان کے سجدہ کرنے سے پہلے ہی یہاں سے رخصت ہو جانا چاہتا ہوں" —— اس نے گُدڑی سنبھالی اور مکان سے باہر نکل آیا۔

۱۱

ہارون نے اپنی سی بہت کوشش کی کہ کسی طرح بُہلُول پر گرفت کی جا سکے ۔ لیکن اس کی حاضر دماغی ، اس کی پُرحکمت گُفتگو اور عوام کے ساتھ اس کی قُربت نے اسے اس کا موقع نہیں دیا ۔ وہ اپنے جاسُوسوں کو اس کے پیچھے لگائے رکھتا تاکہ اس کی سرگرمیوں سے باخبر رہے ۔ کسی وقت سختی سے اس کی بازپُرس کرتا ۔ لیکن اکثر مشکل موقعوں پر بُہلُول ہی کام آتا ۔

ایک بار ایک سیّاح بغداد میں آیا ۔ اس نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا تھا ۔ مُلکوں مُلکوں گھُوما تھا ۔ جب وہ ہارون کے دربار میں حاضر ہوا تو اس نے خلیفہ کے وزیروں اور دانش وروں سے کچھ سُوالات کیے لیکن کوئی بھی ان کا جواب نہ دے سکا ۔ ہارون اپنے مُقرّبین کی نالائقی پر بہت شرمندہ ہوا ۔ سیّاح رُخصت ہوا تو وہ اپنے وزیروں اور مُشیروں پر برس پڑا ۔ "تم سب لوگ میرے لیے باعثِ ننگ و عار ہو ۔ آج اِس سیّاح نے تمھیں کیسا عاجز کیا ۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے تم اس کے مقابلے میں طِفلِ مکتب ہو ۔" درباریوں کے سر شرم سے جُھک گئے ۔ ان کے پاس اپنی

صفائی میں کہنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا ــــ عِتابِ شاہی اور جوش میں آیا ــــ "کل اس سیّاح کو دربار میں طلب کیا جائیگا اگر تم لوگ اس کے سوالوں کے جواب نہ دے سکے تو تمھاری سب جائداد اور مال و دولت اس کے حوالے کر دیا جائے گا"

ہارون نے دربار برخاست کیا ــــ درباریوں میں کھلبلی مچ گئی ان کی پریشانی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا ــــ وہ سب ایک جگہ جمع ہو کر سوچنے لگے کہ بادشاہ کے عِتاب سے کیوں کر بچا جا سکتا ہے ــــ آخر ایک شخص کو اچانک یاد آیا اور وہ خوشی سے بولا ــــ دوستو ــــ! اس مشکل کو حل کرنے کے لیے ہمارے پاس بُہلول جو موجود ہے ــــ مجھے یقین ہے کہ وہ سیّاح کو لاجواب کر دے گا ــــ اور اس کے سب سوالوں کے جوابات ٹھیک دے گا"ــــ

باقی سب لوگوں کی بھی جان میں جان آئی ــــ اور وہ سب مل کر بُہلول کے پاس پہنچے ــــ اسے تمام ماجرا سنایا ــــ تو اس نے انھیں تسلّی دی کہ وہ اگلے دن دربار میں پہنچ کر سیّاح کے سوالوں کے جوابات ضرور دے گا"ــــ

اگلے روز دربار آراستہ ہوا ــــ وزیر، امیر، مُشیر زرّیں کُرسیوں پر بیٹھے ــــ ہارون اپنے زرنگار تخت پر مُتمکّن ہوا ــــ سیّاح کو بھی ایک کُرسی پیش کی گئی ــــ ہارون نے اہلِ دربار پر نگاہ ڈالی اور بولا ــــ "تم میں سے کون اس معزّز سیّاح

کے سوالوں کا جواب دے گا" ــــ؟

اہلِ دربار نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دُوسرے کی طرف دیکھا کہ بُہلُول کا نام کس طرح لیں۔ کہیں اس کا نام ہارون کو ناگوار نہ گزرے۔ کہ اسی وقت بُہلُول کی آواز گونجی۔

"یہ دیوانہ حاضر ہے ـــ اہلِ دربار کو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں" ـــ وہ اپنی لاٹھی پٹکتا۔ گدڑی شانے پہ ڈالے داخلِ دربار ہُوا اور سیّاح کے قریب جا بیٹھا۔

ہارون کچھ ہچکچایا ـــ لیکن پہلو میں بیٹھے ہوئے وزیر نے اس کے کان میں کچھ کہہ دیا۔ جس سے اس کے چہرے پر اطمینان کی جھلک نظر آئی ـــ سیّاح نے بُہلُول کی ہیئتِ کذائی کی طرف دیکھا اور قدرے تعجّب سے بولا ـــ "کیا میں آپ سے سوالات کروں" ـــ؟

"بسر و چشم" ـــ !!! بُہلُول نے مُستعدّی سے جواب دیا۔

وہ سیّاح اٹھا اور اپنی چھڑی سے زمین پر ایک دائرہ کھینچ دیا۔

بُہلُول نے فوراً ہی اٹھ کر اپنے عصا سے اس دائرے کے درمیان میں ایک لکیر کھینچ کر اسے دو حصوں میں بانٹ دیا۔

سیّاح کے چہرے پر مسکراہٹ آئی اور اس نے ایک اور دائرہ کھینچ دیا۔ بُہلُول نے اِس مرتبہ دائرے کو چار حصّوں میں بانٹا

اور ایک حصے پر چھڑی رکھ کر کھٹکھٹائی۔ سیّاح نے قدرے حیرت سے اس کی جانب دیکھا اور زمین پر اپنا ہاتھ اُلٹی طرف رکھ کر انگلیاں آسمان کی طرف اُٹھا دیں ــــ بُہلُول نے اُٹھ کر اپنا ہاتھ زمین پر اس طرح رکھا کہ اس کے ہاتھ کی پُشت اُوپر تھی۔

سیّاح اپنی نشست پر آبیٹھا اور توصیفی لہجے میں بولا:

"مَرحَبا ــــ! آفریں ــــ!!! عالی جاہ میں آپ کو مُبارکباد دیتا ہوں کہ آپ کے یہاں ایسا دانشمند اور عالِم موجود ہے جس پر فخر کیا جاسکتا ہے ــــ ایسے شخص کی قَدر کی جانی چاہیے" ــــ

"کیا بُہلُول نے تمھارے سب سوالوں کے جوابات ٹھیک ٹھیک دیئے ہیں" ــــ ہارون نے پوچھا۔

"یقیناً ــــ اس نے کِسی بہت عظیم درسگاہ سے تعلیم حاصل کی ہے۔ جو اس کے پاس اتنا عِلم ہے کہ یہ میرے اشارے فوراً سمجھ گیا ہے" ــــ سیّاح بولا۔

بُہلُول مسکرایا ــــ اس عظیم درسگاہ کا نام مت پوچھنا کیونکہ اسے سب جانتے ہیں" ــــ

بُہلُول کا اشارہ سب سمجھ رہے تھے ــــ لیکن سیّاح کچھ نہیں سمجھا اور چاہتا تھا کہ کوئی سوال کرے کہ ہارون نے فوراً پوچھ لیا ــــ "اگر تم ان اشاروں کو ذرا کھول کر بیان کرو تو اہلِ دربار بھی محظوظ ہوسکیں گے اور سیکھ بھی لیں گے" ــــ

سیّاح بولا ـــــ "آپ نے دیکھا کہ میں نے زمین پر دائِرہ کھینچا تھا ـ میرا مقصد زمین کا کُرّہ دکھانا تھا ـ آپ کا عالِم فوراً سمجھ گیا اور اس نے دائرے کے دو برابر حصّے کرکے مجھ پر ظاہر کردیا کہ وہ زمین کے گول ہونے پر یقین رکھتا ہے اور اس کے اَسرار و رُموز سے بھی واقِف ہے ـــ اس نے اس لکیر سے خطِّ اِستِواء کو دکھایا جس سے زمین شمالی اور جُنوبی کُرّے میں بٹ گئی۔

پھر آپ نے دیکھا کہ میں نے ایک اور دائِرہ کھینچا ـــ آپ کے عالِم نے اس کے چار حصّے کرکے مجھے سمجھا دیا کہ زمین میں تین حصّے پانی اور ایک حصّہ خشکی ہے ـــ اور جب میں نے اپنے ہاتھ کی اُنگلیوں سے زمین پر اُگنے والی نَباتات کی طرف اشارہ کیا تو اس نے بارش اور سورج کی نِشاندہی کی جو نباتات کی بالِیدگی اور نشوونُما کا ذریعہ ہیں ـــ میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ آپ کو ایسے دانشمند پر فخر کرنا چاہیے"ـــ

۱۲

ہارون کو اندازہ ہوگیا تھا کہ بُہلُول ایک بے ضَرر اور مُفید انسان ہے ـــ اس کی شگفتہ باتوں کی حِکمت تَفَنُّنِ طبع کا ذریعہ بھی بنتی تھی ـــ وہ بغداد شہر کا ایک پسندیدہ اور ہر دلعزیز کردار تھا ـ جب بھی ہارون اس کے ساتھ سختی کرنا چاہتا ـــ اس کی

شوخی میں چھپی ہوئی دانشمندی اسے صاف بچالے جاتی بُہلول کی تمام زندگی اسی آنکھ مچولی میں گزری ــــ ہارون کوشش کرتا رہا کہ اُسے کسی طرح پھانس لے یا اس کا قصّہ ہی تمام کردے۔

مگر جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے ــــ بُہلول اپنی دیوانگی کالبادہ اوڑھے اس کے اور اس کے وزیروں کے سامنے کھڑا انھیں آئینہ دکھاتا رہا ــــ وہ اپنے پاگل پن کی آڑ میں نہ صرف اپنی جان بچاتا رہا ــــ بلکہ انھیں عِلم وحِکمت کی تعلیم بھی دیتا رہا اور اپنے مجنون کا سہارا لے کر عوام کی مشکلیں حل کرتا رہا۔

ایک مرتبہ خُراسان کا ایک مشہور فقیہ بغداد آیا۔ ہارون کو بھی اس سے مُلاقات کا اِشتِیاق ہوا۔ اس نے اسے دربار میں بُلایا۔ گرمجوشی سے اس کا خیر مقدم کیا اور بڑی قدرومنزلت کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا۔ فَقِیہ اِس عزّت اَفزائی پر پھُولے نہیں سمارہا تھا اور ہارون پر اپنے عِلم کی دَھاک بٹھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اچانک بُہلول کہیں سے پھِرتا پھِراتا دربار میں آنکلا۔

اس نے سلام کیا ــــ ہارون نے اسے بیٹھنے کے لیے کہا۔ فَقِیہ نے اس کا معمولی لباس، بوسیدہ گُدڑی اور دھُول میں اَٹی ہوئی جُوتیاں دیکھیں اور قدرے حیرت سے بولا ــــ "آپ بہت مہربان اور فراخ دل ہیں کہ معمولی لوگوں کو بھی اپنے دربار میں جگہ

دیتے ہیں"۔۔۔

بہلول اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنا عصا کھٹکھٹاتا اس کے قریب پہنچا اور بولا ۔۔۔" قبلہ۔۔۔ گستاخی معاف آپ اپنے ناقص علم پر کیوں اِس قدر مغرور ہیں۔۔۔ آپ میری ظاہری حالت کا خیال نہ کیجیے اور میرے ساتھ علمی مُباحثہ کرنے کے لیے تیار ہو جائیے تاکہ آپ کو پتہ چل جائے کہ آپ تو کچھ بھی نہیں جانتے"۔۔۔

فقیہ نے ایک نگاہِ غلط انداز اس پر ڈالی ۔۔۔" میں نے سُنا ہے کہ تُو پاگل ہے اور میں پاگلوں سے مباحثہ نہیں کیا کرتا"۔

میں نے کب کہا کہ میں پاگل نہیں ہوں ۔۔۔ میں تو اپنے پاگل پن کا خود اقرار کرتا ہوں ۔۔۔ مگر آپ ہیں کہ آپ کو اپنی کم علمی کا کچھ پتہ ہی نہیں"۔۔۔ بہلول نے مزے سے کہا۔

ہارون نے قہر آلود نگاہوں سے بہلول کی طرف دیکھا ۔۔۔ "بہلول خاموش رہو۔۔۔ تمھیں معلوم نہیں کہ یہ خُراسان کے نامور فقیہ ہیں"۔۔۔

"اسی لیے تو میں چاہتا ہوں کہ یہ مجھ سے علمی مُباحثہ کرلیں" بہلول نے اطمینان سے کہا۔

ہارون بھی علمی مُباحثوں اور مُناظروں کا شائق تھا۔ وہ اس فقیہ سے بولا ۔۔۔" کیا مُضائقہ ہے ۔۔۔ تمھیں بہلول کی دعوت قبول کر لینی چاہیے"۔۔۔

"تو پھر میری ایک شرط ہوگی" — فَقِیہ بولا۔

"اجازت ہے — تم جیسی چاہو شرائط طے کرلو" — ہارون نے اجازت دی۔

فَقِیہ بولا — "میری شرط یہ ہے کہ میں بُہلُول سے ایک مُعَمّہ پوچھوں گا — اگر اس نے درست جواب دے دیا — تو اسے ایک ہزار اشرفیاں دوں گا اور اگر یہ ناکام رہا — تو مجھے ایک ہزار اشرفیاں دینے کا پابند ہوگا" —

بُہلُول مسکرایا — "ہم فقیروں کے پاس مالِ دُنیا کہاں؟ ہاں میں خود کو آپ کے سپرد کرسکتا ہوں کہ آپ ایک غلام کی طرح مجھ سے کام لیں اور اپنی ایک ہزار اشرفی پوری کرلیں اور اگر میں ایک ہزار اشرفی جیت گیا — تو وہ تو ناداروں اور مُحتاجوں کا حصّہ ہے ہی — کہ امیرالمومنین علی مُرتضیٰؑ فرماتے ہیں کہ "جہاں بھی دولت ضرورت سے زیادہ ہے — وہاں یقیناً کسی حق دار کا حق ضائع ہورہا ہے" —

"مجھے منظور ہے — اور کیا تم تیار ہو کہ میرا مُعَمّہ حل کرو" فَقِیہ نے کہا۔

"بَسَر و چَشم" —!!! بُہلُول نے جواب دیا۔

"عالی جاہ — آپ کی بھی اجازت ہے" —؟ فَقِیہ نے ہارون سے پُوچھا۔

"اجازت ہے" ــــ ہارون نے شاہانہ تمکنت سے کہا۔

فقیہ نے اپنا معمّہ پیش کیا ــــ "ایک گھر میں ایک عورت اپنے شرعی شوہر کے ساتھ بیٹھی ہے ــــ اسی گھر میں ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا روزے سے ہے ــــ اچانک دروازے پر دستک ہوتی ہے اور ایک ایسا شخص اندر داخل ہوا جس کے آجانے سے شوہر اور بیوی ایک دوسرے پر حرام ہوگئے ــــ نماز پڑھنے والے کی نماز باطل ہوگئی اور روزہ دار کا روزہ بھی باطل ہوگیا ــــ کیا تم بتا سکتے ہو کہ باہر سے آنے والا شخص کون ہے" ــــ ؟

دربار میں سنّاٹا چھاگیا ــــ لوگ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے ــــ بہلول نے برجستہ کہا ــــ "گھر میں داخل ہونے والا شخص اس عورت کا پہلا شوہر ہے ــــ جو سفر پر گیا ہوا تھا ــــ جس کے بارے میں یہ خبر ملی تھی کہ دورانِ سفر انتقال کرگیا ہے ــــ اس عورت نے حاکمِ شرع کی اجازت سے اسی مرد سے عقد کرلیا تھا جو اس کے برابر بیٹھا ہوا تھا ــــ انھوں نے دو اشخاص کو اُجرت دی تھی کہ وہ مرحوم شوہر کی قضا نمازیں ادا کریں اور روزے رکھیں ــــ اسی اثنا میں پہلا شوہر سفر سے واپس آگیا ــــ کیونکہ اس کی موت کی خبر غلط تھی ــــ چنانچہ اس کے آتے ہی دوسرا شوہر اس عورت پر حرام ہوگیا ــــ ان دونوں اشخاص کی نماز اور

روزہ باطل ہو گئے — جو شوہر کو مُردہ سمجھ کر اس کے لیے پڑھی
اور رکھے جا رہے تھے" —

"مَرحَبا — ! مَرحَبا — !!! بہت خُوب — بُہلُول بعض اوقات
تو تمھاری دیوانگی فرزانوں کو بھی مات دیتی ہے" — ہارون نے
ستائش کی۔

باقی وزیر اور امیر بھی دادِ تحسین دینے لگے — شور کچھ کم
ہوا — تو بُہلُول کہنے لگا — "کیا عالی جاہ کی اجازت ہے کہ
میں بھی حضرت فَقِیہ سے ایک سوال کروں" —

"اِجازت ہے" — ہارون نے کہا۔

"کیا آپ تیار ہیں" — ؟ بُہلُول نے پوچھا۔

"ضرور پوچھو" — ! فَقِیہ نے نخوَت سے کہا۔

"فرض کریں کہ ہمارے پاس ایک مٹکا شیرہ اور ایک
مٹکا سرکہ موجود ہے — ہم اُس سے سکنجبین تیار کرنے
کے لیے ایک پیالہ سرکہ اور ایک پیالہ شیرہ مٹکوں میں سے
نکالتے ہیں اور دونوں کو کسی برتن میں ملا دیتے ہیں — اس
وقت پتہ چلتا ہے کہ اس میں تو ایک چُوہا مرا پڑا ہے —
کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ مرا ہوا چُوہا سرکے کے مٹکے میں
تھا یا شیرے کے مٹکے میں" — ؟؟

ہارون محظوظ ہوا — اہلِ دربار بھی مسکرائے — سب

کی نگاہیں فقیہ پر لگی ہوئی تھیں ۔۔۔ کہ وہ اس معمے کو کس طرح حل کرتا ہے ۔۔۔ وہ گہری سوچ میں مُستغرق ہو گیا اور بہت دیر تک ایک لفظ بھی نہ بول سکا ۔۔۔

ہارون اتنا انتظار نہ کر سکا اور بولا ۔۔۔ "بُہلول نے تمھارا مُعَمّہ حل کرنے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگایا ۔۔۔ تمھیں بھی اس کے سوال کا جواب اسی طرح دینا چاہیے" ۔۔۔

فَقِیہ نادم سا ہو گیا ۔۔۔ اس کی نگاہیں جُھک گئیں ۔۔۔ اسے اپنی کم عِلمی کا اعتراف کرنا ہی پڑا ۔۔۔

"عالی جاہ ۔۔۔! میں یہ مُعَمّہ حل نہیں کر سکتا" ۔۔۔ اس کی پیشانی عرق آلود تھی ۔

ہارون نے بُہلُول کی طرف دیکھا ۔۔۔ "بُہلُول ۔۔۔ بہتر یہی ہے کہ تم خُود اس مُعَمّے کو حل کر دو" ۔۔۔

بُہلُول مسکرایا ۔۔۔ "کیا حضرت فَقِیہ اب بھی اپنی نا سمجھی کے قائل ہوتے ہیں یا نہیں" ۔۔۔؟

فَقِیہ بولا ۔۔۔ "بُہلُول تم نے مجھے احساس دلا دیا ہے کہ عِلم کی کوئی حد نہیں ۔۔۔ کسی کی ظاہری حالت کو دیکھ کر اسے کم تر خیال نہیں کرنا چاہیے" ۔۔۔

"تو سُنیے جناب کہ ہمیں چاہیے کہ اس چوہے کو سکنجبین سے نکال کر اچھی طرح دھولیں ۔۔۔ پھر اس کا پیٹ چاک کریں ۔۔۔ اگر اس کے

پیٹ میں سرکہ ہوا۔۔ تو سمجھیں کہ وہ سرکے کے مٹکے میں تھا۔۔ اگر شیرہ ہوا۔۔ تو پھر اس نے شیرے میں ڈبکی لگا کر جان دی ہے۔۔ لہذا جو کچھ بھی اس کے پیٹ میں ہوا۔۔ اس شے کے مٹکے کو ضائع کر دینا چاہیے"۔۔

اہلِ دربار عش عش کر اٹھے۔۔ ہارون بہت محظوظ ہوا۔ اس نے بہلول کو آفرین کہی۔۔ فقیہ نے سر جھکایا اور ایک ہزار اشرفی اس کے سامنے ڈھیر کر دیں۔۔ بہلول نے تمام اشرفیاں سمیٹ کر اپنی جھولی میں ڈالیں اور محل سے باہر نکلتے ہی انہیں ضرورت مندوں میں بانٹنے لگا۔۔ جب وہ اپنے بسیرے پر پہنچا تو اس کی جھولی خالی تھی۔

چند دن نہیں گزرے تھے کہ ہارون نے بہلول کو طلب کیا۔ وہ اس کے محل میں پہنچا۔۔ تو دیکھا کہ وہ شراب کے نشے میں مخمور دجلہ کے کنارے اپنے شاندار محل کے جھروکے میں بیٹھا شور مچاتی لہروں کا تماشا دیکھنے میں محو ہے۔۔ بہلول کو دیکھتے ہی وہ نشے کی ترنگ میں بولا۔۔ "بہلول۔۔ اس روز تو تُو نے اس بیچارے فقیہ کا ناطقہ بند کر دیا تھا۔۔ اتفاقاً تیرا داؤ لگ گیا تھا اور وہ احمق بھی نرا گاؤدی نکلا۔۔ مگر آج میں تجھے عاجز کر کے رہوں گا۔۔ اور اس جھروکے میں سے تجھے دجلہ میں پھکوا دوں گا

اور تُو اسی طرح دجلہ کی موجوں میں غوطے کھائے گا جس طرح تیرے مُعمّے میں چُوہا شیرے اور سِرکے کے مٹکے میں ڈبکیاں لگاتا رہا تھا۔"

"اور اگر میں نے مُعمّہ بُوجھ لیا تو"___ بُہلُول نے کہا۔

"تو پھر ایک ہزار اشرفیاں انعام میں ملیں گی"___ اس نے بڑی شان سے کہا۔

"جنابِ عالی___ مجھے اشرفیوں کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں میری ایک اور شرط ہے اگر وہ منظور ہو___ تو کوئی بات بھی ہے"___ بُہلُول بولا___

"بیان کرو"___ ہارون نے حُکم دیا___

"اگر میں نے مُعمّے کا صحیح جواب دیا___ تو اس کے بدلے میں سو قیدیوں کو رہا کرنا ہوگا___ مگر وہ جن کے نام میں بتاؤں گا"___ بُہلُول نے اپنی شرط پیش کی۔

ہارون ہنسا___ "یہ بات تو بعد کی ہے___ مگر مجھے منظور ہے___ پہلے تم مُعمّہ تو بُوجھ لو___ دیکھو___ تمھیں غوطے دلانے کے لیے دجلہ کی موجیں کِتنی بے قرار ہیں"___

"موجوں کی بے قراری کی زبان تو وہی سمجھ سکتے ہیں۔ جو دریاؤں کا رُخ موڑ دینے کی طاقت رکھتے ہیں___ آپ اپنا مُعمّہ پُوچھیں"___ بُہلُول نے کڑے لہجے میں کہا___

ہارون گویا ہوا___ "تو سُنو___ اگر کسی شخص کے پاس

ایک بکری ، ایک بھیڑیا اور گھاس کا گٹھا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ دریا پار کرے ــــ تو اُسے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ نہ بکری گھاس کو کھائے اور نہ بھیڑیا بکری کو"ــــ

بُہلُول نے ایک لمحہ نہیں سوچا اور برجستہ کہا ــ "اس شخص کو چاہیے کہ بھیڑیے اور گھاس کو کنارے پر چھوڑے اور بکری کو دریا کے پار لے جاتے ــ پھر وہ واپس آکر گھاس لے جائے اور گھاس کو تو اس کنارے پر چھوڑ دے ــ لیکن بکری کو واپس لے آتے ــ اب بکری کو تو اس کنارے پر چھوڑ دے ــ لیکن بھیڑیے کو پار لے جائے ــ واپس آکر وہ بکری کو لے جاسکتا ہے ــ اس طرح نہ بکری گھاس کھائے گی ــ نہ بھیڑیا بکری کو کھا سکے گا"ــ

ہارون حیران ہوا ــ "بہت خُوب ــ !!! بُہلُول آج تو ستارے تمھارے حق میں تھے"ــ

"ستارے ناحق کچھ بھی نہیں کرتے ــ کیونکہ وہ تو حق کو پہچانتے ہیں ــ اب عالی جاہ بھی میرے حق کو پہچانیں اور اپنا وعدہ پورا کریں"ــ بُہلُول نے جُرأت سے کہا۔

"درست ــ مجھے اپنا وعدہ یاد ہے ــ تم مُنشی کو ان قیدیوں کے نام لکھوا دو ــ وہ داروغۂ زندان کو دے دے گا ، تاکہ ان قیدیوں کو رہا کر دے"ــ ہارون نے فراخدلی سے کہا۔

بُہلُول نے ان اشخاص کے نام لکھوا دیے اور چلا آیا ــ

ہارون کا نشہ اُترا — تو اس کے مُقرّب نے اسے وہ فہرست دکھائی — جو بُہلُول نے لکھوائی تھی اور بولا —

"حضور نے بُہلُول کے ساتھ کچھ زیادہ ہی فیّاضی کا برتاؤ کیا ہے — اگر آپ اس فہرست کو ایک مرتبہ مُلاحظہ فرمالیں تو بہت مناسب ہوگا" —

ہارون نے فہرست دیکھی — تو ہوش میں آگیا — "او بُہلُول تو کیسا غضَب کا شریر اور فسادی ہے — یہ سب تو ان لوگوں کے نام ہیں — جنھیں بغاوت کے جُرم میں قید کیا گیا ہے — یہ لوگ مُوسیٰ بن جعفرؑ کے دوستدار ہیں اور خلافت ہاشمیوں کا حق سمجھتے ہیں" —

"عالی جاہ — ! میں بھی اس فہرست کو دیکھ کر کھٹک گیا تھا — اس لیے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ حضور اس پر ایک نگاہ ڈال لیں — یہ سب کے سب تو باغی ہیں" — مُقرّب نے کہا۔

"مگر ہم وعدہ کر چکے ہیں — ایسا نہ ہو کہ وہ دیوانہ ہمیں بدنام کرے" — ہارون نے فکرمندی سے کہا۔

"اِس میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں — حضور دس آدمیوں کی رہائی کا حکم صادر فرمائیں — جن کا جُرم ذرا کم سنگین ہے — صِفر ہم ساتھ خود بڑھالیں گے" — مُقرّب نے ہوشیاری سے کہا۔

ہارون مُسکرایا ــــ "اس دیوانے کے ساتھ یہی ہونا چاہیے"۔

۱۳

ایک روز بُہلُول اپنے فَقر کی شان میں مَست قدم اٹھاتا ہارون کے محل میں پہنچا اور بے باکی سے آگے بڑھتا ہارون کے برابر جا بیٹھا ــــ ہارون کے نَخوَت اور غرُور کو اس کی یہ ادا پسند نہیں آئی ــ اس نے سوچا کہ کسی طرح اس کو زچ کرے ــ اِس لیے اس سے مخاطب ہو کر بولا ــــ

"کیوں بُہلُول ــــ میرے مُعَمّے کا جواب دو گے" ــــ

"ضرور دوں گا ــــ بشرطیکہ آپ اپنے قول پر پورے اتریں اور پہلے کی طرح وعدہ خلافی نہ کریں" ــــ بُہلُول نے واضح کیا۔

"اور تم بھی سن رکھو کہ اگر تم نے میرے معمے کو فوراً حل کر لیا تو تمھارا انعام ایک ہزار اشرفی ہو گا ــ اور اگر تم جواب نہ دے سکے تو تمھاری ڈاڑھی کی خیر نہیں ــ اسے منڈوانے اور گدھے کی سواری کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ" ــــ

"میں نے اشرفیاں کیا کرنی ہیں ــــ میری شرط تو کچھ اور ہے" ــــ بُہلُول بولا ــــ

"شرط بیان کی جائے" ــــ ہارون نے کہا ــــ

"میری شرط یہ ہے کہ اگر میں نے مُعَمّے کو حل کر لیا ــــ

تو عالی جاہ مکھیوں کو حکم دے دیں کہ وہ مجھے نہ ستایا کریں۔ مکھیاں مجھے بہت تنگ کرتی ہیں" ۔۔۔ بہلول نے بڑی سنجیدگی سے درخواست کی ۔۔۔

اہلِ دربار کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی ۔۔۔ لیکن وہ ہارون کے خوف سے ضبط کر گئے ۔

ہارون بغلیں جھانکنے لگا اور اسے کہنا پڑا ۔۔۔ "کسی کسی وقت تو تمہاری عقل بالکل ہی خبط ہو جاتی ہے ۔۔۔ مکھیاں تو میری مطیع نہیں ہیں ۔۔۔ جو اُن پر حکم چلاؤں" ۔۔۔

" افسوس کہ ہمارا بادشاہ مکھیوں کے مقابلے میں بھی عاجز ہے ۔۔۔ تو اس کے اقتدار کا کیا فائدہ ؟" ۔۔۔ بہلول نے مزاحیہ لہجے میں کہا ۔۔۔

درباریوں کی آنکھوں سے حیرت اور ہنسی جھانکنے لگی ۔۔۔ وہ نظروں ہی نظروں میں بہلول کی اس جرأت کی داد دینے لگے ہارون بھی شرمندہ سا ہو گیا اور اس کے جواب میں کچھ بھی نہیں کہہ سکا ۔۔۔ تو بہلول نے اس کی خفت مٹانے کو کہا ۔۔۔ " اچھا ۔۔۔ اب میں کوئی شرط نہیں رکھتا اور تمہارے معمے کا جواب دیتا ہوں" ۔

ہارون نے پوچھا ۔۔۔ "وہ کون سا درخت ہے ۔۔۔ جس کی عمر ایک سال ہے ۔۔۔ اس میں بارہ شاخیں ہیں ۔۔۔ ہر شاخ پر تیس تیس پتے لگے ہیں اور ان پتوں کا ایک رُخ روشن ہے اور دوسرا تاریک ؟"

بہلول نے حسبِ عادت فوراً جواب دیا ــــ "یہ درخت مہینہ، دن اور رات کا ہے ــ اس لیے کہ سال میں بارہ مہینے ہوتے ہیں ـــ ہر مہینے میں تیس دن ہوتے ہیں ـ جو آدھے دن ہیں اور آدھے رات ہیں"ـــ

ہارون کو بے ساختہ داد دینی پڑی ـــ اہلِ دربار بھی اس کی تعریف کرنے لگے۔

بہلول سرِ راہ کھڑا تھا ـــ دیکھا کہ ہارون کی سواری آرہی ہے ـــ اس نے منہ کے گرد دونوں ہاتھ رکھے اور زور سے پکارا "ہارون ـــ! ہارون ـــ! ہارون"ـــ!

ہارون اس آواز پر چونکا ـــ اسے غصّہ بھی آیا ـــ اس نے اپنے خدّام سے پوچھا ـــ "یہ کون گستاخ ہے ـــ جو مجھے اس طرح پکار رہا ہے"ـــ

"حضور ـــ یہ دیوانہ بہلول ہے ـــ معلوم ہوتا ہے آج اس کا دماغ بالکل ہی کام نہیں کر رہا" ـــ کسی غلام نے بہلول کو بادشاہ کے عتاب سے بچانے کی کوشش کی۔

ہارون نے سواری ٹھہرانے کو کہا اور بولا ـــ "بلاؤ اس کو۔"

بہلول قریب آیا تو غصّے سے بولا ـــ "تو جانتا ہے کہ میں

کون ہوں" ــــ ؟

"بالکل جانتا ہوں" ــــ بُہلُول نے سر ہلایا ــــ" آپ ایسے انسان ہیں کہ اگر مشرق میں کسی کمزور پر ظلم ہوا ــــ تو باز پُرس آپ سے ہوگی" ــــ

ہارون لرز گیا ــــ اس کی آنکھوں کے گوشے نم ہو گئے ــــ اس کا غصّہ فرو ہو گیا اور وہ نرمی سے بولا ــــ "بُہلُول ــــ تو نے ایسی بات کہی ہے ــــ جو میرے دل پر جا کر لگی ہے ــــ تیری کوئی حاجت ہو تو بیان کر" ــــ

"میری حاجت یہ ہے کہ آپ میرے گُناہ معاف کر کے مجھے جنّت میں داخل کر دیں" ــــ بُہلُول نے کمال سنجیدگی سے کہا۔

گرد و پیش کھڑے لوگ مسکرانے لگے ــــ ہارون نے اعتراف کیا ــــ "بُہلُول ــــ تم نے ایسی بات کہی ہے جو میرے بس میں نہیں ــــ ہاں میں تمھارے قرضے چکا سکتا ہوں" ــــ

"نہیں ــــ آپ یہ بھی نہیں کر سکتے" ــــ بُہلُول نے زور دے کر کہا ــــ

"کیوں" ــــ ؟؟ ہارون نے تُرشی سے سوال کیا ــــ

"ایک قرضہ دوسرے قرضے سے ادا نہیں ہو سکتا ــــ آپ تو خُود عوام کے قرض دار ہیں ــــ آپ ان کا قرض واپس کریں ــــ یہ مناسب نہیں ہے کہ ان کا مال مجھے دے ڈالیں"

بہلول کے انداز میں سچ تھا۔

ہارون مُضطَرِب ہوا اور بات بدلنے کو بولا ـــ "تو پھر ٹھیک ہے ـــ میں حکم دیتا ہوں کہ تمھیں کچھ جائداد دے دی جائے تاکہ تمھاری گزر بسر سہولت سے ہو" ـــ

بہلول ہنسا ـــ "سب کا رازِق خُدا ہے ـ ہم سب بندے اسی سے وظیفہ پاتے ہیں ـــ ایسا تو ممکن نہیں کہ وہ بادشاہ کو تو فراخی سے رِزق عطا کرے اور اس دیوانے کو بھول جائے" ـــ

ہارون لاجواب سا ہوگیا اور بہلول سے بولا ـــ "میں امین اور مامون کے مکتب جارہا ہوں ـ ذرا ان کے اُستاد سے ان کی تعلیم کی بابت معلوم کروں گا ـــ آؤ ـــ تم بھی میرے ساتھ چلو" ـــ

بہلول راضی ہوگیا اور سواری مکتب پہنچی ـــ اُستاد دوڑا ہوا آیا اور ہارون کو سلام کیا ـــ "زہے نصیب کہ خلیفہ اس ناچیز کے مکتب میں تشریف لاتے ہیں" ـــ

"ہم امین اور مامون کی تعلیم کے بارے میں معلوم کرنے آتے ہیں کہ دونوں کیسے طالبِ علم ہیں" ـــ ہارون نے کہا۔

"جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں" ـــ اُستاد بولا۔

"ہاں تمھیں امان ہے ـــ ہمیں دونوں کی تعلیمی کیفیت

صحیح صحیح بتاؤ" — ہارون بولا —

"عالی جاہ — آپ کا بیٹا امین — عورتوں کی سردار ملکہ زُبیدہ جیسی قابل اور ذہین خاتون کا بیٹا ہے — لیکن کُند ذہن ہے — مگر اس کے برعکس آپ کا بیٹا مامون بہت ذہین دانشمند اور باوقار ہے" —

"یہ تم نے عجیب بات کہی ہے — میں اسے تسلیم نہیں کرسکتا" — ہارون نے حیرت سے کہا —

"میں اس کا ثبوت مہیا کرسکتا ہوں" — اُستاد نے جواب دیا —

"یقیناً — تمھیں شہزادوں کے بارے میں اتنی بڑی بات بلاثبوت نہیں کہنی چاہیے" — ہارون نے ناگواری سے کہا۔

"میں نے یہ بات تجربے کے بعد کہی ہے" — اُستاد بولا۔ اس وقت امین اور مامون تھوڑی تفریح لینے باہر گئے ہیں۔ میں یہ کاغذ مامون کے بیٹھنے کی جگہ فرش کے نیچے رکھتا ہوں اور امین کے بیٹھنے کی جگہ کے نیچے یہ اینٹ رکھ رہا ہوں۔ جب وہ آجائیں — تو آپ ملاحظہ فرمائیے گا کہ میری رائے کس حد تک درست ہے" —

تھوڑی ہی دیر میں امین اور مامون واپس آگئے — ہارون کو دیکھ کر دونوں حیران ہوئے اور اسے آداب کیا —

ہارون نے انھیں بیٹھنے کی اجازت دی — تو دونوں اپنی اپنی جگہ جا بیٹھے — ہارون دونوں کا بغور مُشاہدہ کر رہا تھا۔

مامون بیٹھتے ہی کچھ مُضطَرِب سا ہوا — اس نے کچھ پریشان سا ہوکر چھت کی طرف دیکھا — پھر دائیں بائیں دیکھا — اور کئی بار پہلو بدلا — اور بے چین سا نظر آنے لگا — اُستاد نے شفقت سے پوچھا —

"کیوں مامون — خیریت تو ہے — میں تمھیں کچھ پریشان سا دیکھ رہا ہوں" —

"اُستادِ محترم — میں اپنے بیٹھنے کی جگہ پر کچھ تبدیلی سی محسوس کر رہا ہوں" — مامون نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"کیسی تبدیلی" — ؟؟ اُستاد نے پوچھا۔

"ایسا محسوس ہوتا ہے اُستادِ محترم — جیسے میرے بیٹھنے کی جگہ ایک کاغذ بھر اُونچی ہوگئی ہے — یا چھت کاغذ بھر نیچی ہوگئی ہے" — مامون بولا —

"امین — !! کیا تمھیں بھی ایسا ہی محسوس ہوتا ہے — جیسے تمھارا بھائی کہہ رہا ہے" — ؟؟ اُستاد نے امین کو مخاطب کیا۔

"نہیں — ایسی تو کوئی بات نہیں" — امین نے جواب دیا۔

اُستاد نے معنیٰ خیز نگاہوں سے ہارون کی طرف دیکھا اور بولا — "عالی جاہ پسند فرمائیں — تو دوسرے کمرے میں تشریف

رکھیں"——

ہارون نے اجازت دی اور اُستاد کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلا آیا — بُہلُول بھی ان کے ہمراہ تھا۔ اُستاد نے مطمئن لہجے میں کہا — "اَلحَمدُلِلّٰہ — کہ میں نے آپ کے سامنے اپنی رائے کا ثبوت بھی پیش کر دیا"——

"حیرت ہے — حیرت ہے — امین کی ماں عرب کی ذہین عورتوں میں سے ہے — کوئی اس کا ہمسر نہیں — لیکن اس کا بیٹا"۔ ہارون نے جیسے اپنے آپ سے کہا —— "سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا کیا سبب ہے"——

"بُہلُول آگے بڑھا —— "اس کا سبب مجھے معلوم ہے — اگر عالی جاہ کو ناگوار نہ ہو — تو بیان کروں"——

"بیان کرو — میں سخت ترین اُلجھن میں ہوں"— ہارون نے کہا۔

بُہلُول بولا —— "اولاد کی دانشمندی اور ذہانت کے اسباب دو ہیں —— اوّل یہ کہ عورت اور مرد کے درمیان رغبت اور فطری خواہش ہو — تو ان کی اولاد ذہین، ہوشیار اور عقلمند ہوتی ہے — دوم یہ کہ مرد اور عورت مختلف خُون اور نَسل سے تعلّق رکھتے ہوں — تو ان کی اولاد میں عقل و دانِش کی فراوانی ہو گی"۔

"کوئی دلیل دو"—— ہارون نے غور کرتے ہوئے کہا۔

"اس کی مثال درختوں اور جانوروں میں نظر آتی ہے ـــ مثلاً" اگر پھل کے درخت میں دوسرے پھل دار درخت کا پیوند لگایا جائے ـــ تو نہایت لذیذ اور عمدہ پھل پیدا ہوتے ہیں ـــ اسی طرح گدھے اور گھوڑے کے مِلاپ سے خچّر پیدا ہوتا ہے جس کی ہوشیاری، طاقت اور پھُرتی کا جواب نہیں ـــ اب عالی جاہ سمجھ سکتے ہیں کہ ـــ امین میں جو ذہانت کی کمی محسوس ہوتی ہے اس کا سبب اس کی والدہ اور آپ کی رشتہ داری ہے ـــ جب کہ مامون کی ماں مختلف نسل اور قبیلے سے تعلق رکھتی ہے ـــ خُون کے لحاظ سے آپ میں اور اس میں جو فرق ہے وہی سبب مامون کی ذِہانت اور دانشمندی کا بھی ہے"ـــ

ہارون اس کی بات پر غور کرتا رہا ـــ اُستاد بھی قائل نظر آتا تھا ـــ لیکن مُنہ سے کچھ نہیں کہہ رہا تھا ـــ کہ مبادا خلیفہ اسے گستاخی تصوّر کرے ـــ ہارون نے بُہلول کی طرف دیکھا اور حسبِ عادت اس کے کمال کو کم تر کرنے کے لیے بولا ـــ "ہو نا تم دیوانے ـــ پاگل بچارا ایسی باتوں کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتا ہے"ـــ

۱۵

ایک روز بُہلول دربار میں آیا ـــ تو دیکھا عِلم نجُوم پر گفتگو

"نعوذُ بِاللہ۔ عالی جاہ ــــ یہ حقیر تو ایسا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتا ــــ میں نے تو اس لیے یہ کہا ہے کہ کہیں اہلِ دربار میں سے کوئی اسے جھُوٹ یا غَلَط نہ سمجھے" ــــ اس نے گھبرا کر جواب دیا۔

"اہلِ دربار میں ایسی حرکت کرنے کی جُرأت نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ہر حال میں جان بچانے کا حکم دیا ہے" ــــ بُہلُول نے چُپکے سے کہا۔

"بتاؤ اس پر کتنا خرچ اُٹھے گا" ــــ ہارون نے اِستِفسار کیا ــــ

"عالی جاہ ــــ اس کے لیے پچاس ہزار دینار درکار ہوں گے" سیّاح نے بتایا ــــ

"رقم دے دی جائے" ــــ ہارون نے خزانچی کو حکم دیا۔

خزانچی نے اس کو رقم دے دی اور وہ روانہ ہوگیا۔

اس واقعے کو ایک عرصہ ہوگیا ــــ مگر وہ لَوٹ کر نہیں آیا۔ ہارون کو بھی اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ کوئی دھوکے باز تھا ــــ جو اسے فریب دے کر رقم ہتھیا لے گیا ہے ــــ ایک روز دربار میں اس شخص کا پھر تذکرہ ہوا ــــ ہارون نے مُتاَسِّف لہجے میں کہا ــــ

"اُس شخص نے کیسے ہماری آنکھوں میں دھُول جھونکی ہے ــــ اگر وہ کہیں ہاتھ لگ جائے ــــ تو اس سے کتنی گُنا زیادہ رقم وصول

کی جائے گی ۔ اور اس کم بخت کا سر کاٹ کر بغداد کے دروازے پر آویزاں کیا جائے گا تاکہ دوسرے لوگ عبرت حاصل کریں"۔

بُہلُول بھی دربار میں موجود تھا ۔ وہ بے ساختہ ہنس دیا ہارون نے خشمگین نظروں سے بُہلُول کی طرف دیکھا ۔ "بُہلُول اس بے موقع ہنسی کا سبب کیا ہے ۔ ؟ کیا تم اس گستاخی کی وجہ بیان کرسکتے ہو" ۔ ؟؟

بُہلُول کی ہنسی نہیں رُکی ۔ "حُضور مجھے ایک قصّہ یاد آگیا ہے" ۔

"کون سا قصّہ" ۔ ؟ ہارون نے اِستِفسار کیا۔

بُہلُول نے ہنسی روک کر کہا ۔ "اس دھوکے باز سیّاح کا قصّہ بالکل ایسا ہی ہے ۔ جیسا مُرغ ، بُڑھیا اور لومڑی کا قصّہ ہے" ۔

"بیان کرو" ۔ ہارون نے تحکّم سے کہا۔

بُہلُول بولا ۔ "قصّہ کچھ یوں ہے کہ ایک جنگلی بلّی نے ایک بُڑھیا کا پالتو مُرغ جھپٹ لیا ۔ بُڑھیا اس کے پیچھے دُھائی دیتی ہوئی دوڑی ۔ "ارے ۔ ارے ۔ پکڑو ۔ اس چوٹّی بلّی کو پکڑو ۔ ظالِم میرا دومن کا مُرغا لے کر بھاگی جاتی ہے ارے کوئی میری مدد کرو ۔ اس بلّی کو پکڑو ۔ ہائے میرا نازوں کا پلا ۔ مُرغ ۔ ارے یہ پورے دومن کا ہے" ۔ !

بلّی نے جو بُڑھیا کا شور و غل سُنا تو پریشان ہوگئی اور غصّے سے بولی ــــ "دیکھو یہ بڑھیا کس قدر جھوٹ بول رہی ہے ــــ یہ اتنا سا مُرغ بھلا دو من کا ہے"ــــ

اِتّفاقاً ایک لومڑی قریب سے گزر رہی تھی ــــ وہ بلّی سے بولی ــــ "بہن تم کیوں پریشان ہوتی ہو ــــ ذرا مُرغے کو مجھے دو ــــ میں ابھی تول کر بتا دیتی ہوں کہ یہ دو من کا ہے یا نہیں"۔

بلّی نے مُرغ لومڑی کو دے دیا ــــ اس نے مُرغ دبوچا اور یہ کہہ کر غائب ہوگئی کہ ــــ "بہن بلّی ــــ بُڑھیا سے کہہ دینا کہ اس کا مُرغ تین من کا ہے"ــــ

ہارون اپنی ہنسی نہیں روک سکا ــــ اہلِ دربار بھی مُسکرانے لگے ــــ ہارون بولا ــــ "بُہلُول تمھارے اس قصّے نے ہماری افسردگی کو زائل کر دیا ہے"ــــ

۱۶

خلیفہ ہارون رشید اپنی ملکہ زُبیدہ کے ہمراہ شطرنج کھیل رہا تھا ــــ بُہلُول بھی قریب بیٹھا تھا ــــ اسی وقت چوب دار نے صدا دی ــــ "ایک شکاری باریابی کی اجازت چاہتا ہے"۔

"اِجازت ہے" ــــ ہارون نے اجازت دی۔

شکاری اندر آیا اور زمین چُوم کر بولا ــــ "میں خلیفہ کے لیے

ایک بہت عمدہ مچھلی لے کر آیا ہوں"۔۔۔

ہارون نے زُبیدہ سے کہا۔" یہ اِنعام کی آس میں میرے پاس یہ ہدیہ لایا ہے۔ اسے اِنعام میں چار ہزار درہم دے دیئے جائیں تو کیا مُناسب رہے گا"۔۔۔؟

زُبیدہ بولی۔۔۔" نہیں عالی جاہ۔۔۔ شکاری کا یہ منصب نہیں کہ اُسے اتنا زیادہ اِنعام دے دیا جائے۔ آپ فوجیوں اور مُعزّز شہریوں کو بھی اِنعام و اِکرام عطا کرتے ہیں۔۔۔ اگر آپ انھیں اس سے کم دیں گے۔۔۔ تو وہ شکوہ کریں گے کہ ہم شکاری کے برابر بھی نہیں۔۔۔ اگر زیادہ دینے کی رسم پڑ گئی۔۔۔ تو خزانہ خالی ہو جائے گا"۔۔۔

یہ بات ہارون کے دل کو لگی اور وہ بولا۔۔۔" مگر اس کو کچھ تو دینا ہے"۔۔۔

" تو آپ اس طرح کریں کہ شکاری سے پُوچھیں کہ یہ مچھلی نَر ہے یا مادہ۔۔۔ اگر وہ کہے مادہ ہے۔۔۔ تو کہیں ہمیں یہ پسند نہیں۔۔۔ اور اگر وہ کہے نَر ہے۔۔۔ تو بھی آپ کہہ دیں کہ یہ ہمیں نہیں چاہیے۔۔۔ اس طرح وہ مچھلی واپس لے جائے گا اور اِنعام بھی نہیں دینا پڑے گا"۔ زُبیدہ نے تجویز پیش کی۔

بُہلُول نے آہستگی سے کہا۔۔۔" شکاری اِتنی دور سے بڑی آس لے کر آیا ہے۔۔۔ یہ مُناسب نہیں کہ ملکہ کی باتوں میں

اگر آپ اسے نامُراد لوٹا دیں اور وہ رنجیدہ ہو"۔۔۔

ہارون نے بُہلُول کی بات پر توجّہ نہیں دی اور چوبدار سے بولا۔۔ "شکاری کو ہماری خدمت میں پیش کرو"۔۔

شکاری قریب آیا تو ہارون نے سوال کیا۔۔ "اے شکاری کیا تو بتا سکتا ہے کہ یہ مچھلی نَر ہے یا مادہ"۔۔؟

شکاری تعظیماً جُھکا اور بولا ۔۔ "عالی جاہ! نہ یہ نَر ہے نہ مادہ ۔۔ یہ مچھلی تو مُخَنَّث ہے"۔۔

ہارون بے ساختہ ہنسا اور بولا ۔۔ "تمھاری حاضر جوابی ہمیں پسند آئی ۔۔ تمھیں چار ہزار درہم انعام میں دیئے جائیں گے"۔۔

"حضُور کا اِقبال بلند ہو"۔۔ شکاری درہم لے کر دعائیں دیتا ہوا رخصت ہوا۔۔

جب وہ محل کی سیڑھیاں اُتر رہا تھا۔۔ تو ایک درہم زمین پر گر پڑا۔۔ شکاری رُک گیا اور اس نے درہم اُٹھا کر جیب میں رکھ لیا۔۔

ہارون اور زُبیدہ بھی اُسے دیکھ رہے تھے ۔۔ زُبیدہ جو اتنی رقم جانے پر افسردہ سی تھی ۔۔ ہارون سے بولی ۔۔ "عالی جاہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ شکاری کس قدر لالچی اور کمینہ ہے۔۔ اس نے ایک درہم بھی نہیں چھوڑا۔۔ کیا حَرج تھا اگر اسے محل کا

کوئی اور مُلازم ہی اُٹھا لیتا"۔۔۔

ہارون کو بھی ملکہ کی بات لائق توجّہ محسوس ہوئی۔۔۔ اس نے پُکار کر کہا۔۔۔ "شکاری کو بلایا جائے"۔۔۔

قریب بیٹھے ہوئے بُہلُول نے دبی زبان میں کہا ۔ "عالی جاہ ملکہ کے کہنے پر شکاری کو نہ روکیے"۔۔۔

ہارون نے توجّہ نہیں دی ۔۔۔ تب تک چوبدار شکاری کو بُلا لایا اور ہارون کی خدمت میں پیش کیا ۔۔۔

ہارون بولا۔۔۔ "اے صیّاد ! ہمیں تیری یہ حرکت بہت ناگوار گزری ہے ۔۔۔ کہ تیرے پاس چار ہزار درہم موجود ہیں ۔۔۔ اگر ان میں سے ایک گر گیا تھا ۔۔۔ تو تُو نے یہ بھی گوارا نہیں کیا کہ اسے چھوڑ دے ۔۔۔ شاید وہ کسی غریب کو مل جائے اور وہ اس سے اپنا کام نکال لے"۔۔۔

شکاری تعظیماً جُھکا اور بولا۔۔۔ "جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں"۔۔۔

"امان ہے"۔۔۔ ہارون نے امان دی۔

شکاری مُؤدّب لہجے میں بولا۔۔۔ "حُضور یہ ناچیز پست فِطرت نہیں ہے۔ بلکہ نمک کی قدر کرنا جانتا ہے ۔۔۔ میں نے اس لیے وہ درہم اُٹھا لیا تھا کہ اس کے ایک طرف آیاتِ قرآنی کَندہ ہیں اور دُوسری جانب آپ کا اِسمِ گرامی ۔۔۔ میں نہیں چاہتا

تھا کہ یہ زمین پر پڑا رہے اور کسی کے پاؤں تلے آجاتے ۔ اور
بے اَدَبی ہو"۔

خلیفہ کو اس کی حاضر جوابی نے محظوظ کیا۔ اُس نے خوش ہو کر
حکم دیا ۔ "شکاری کو چار ہزار درہم اور دیے جائیں"۔

شکاری رخصت ہو گیا ۔ تو بُہلُول نے کہا ۔ "عالی جاہ!
کیا میں نے آپ کو نہیں روکا تھا کہ شکاری کو واپس نہ بلائیں"۔

ہارون ہنسا ۔ "بُہلُول آج تو میں نے تجھ سے بھی زیادہ
دیوانگی کا مظاہرہ کیا ہے ۔ تم نے مجھے دونوں بار روکا ۔ لیکن
میں نے تَوَجُّہ نہیں دی ۔ اور ملکہ کی بات پر کان دھرنے کا یہ
نقصان ہوا کہ چار ہزار کے بجائے آٹھ ہزار درہم خزانے سے گئے"۔

۱۷

کہتے ہیں کہ ایک بار ہارون نے یونان سے کسی حکیم کو بُلوایا
جب وہ بغداد پہنچا ۔ تو ہر طرف اس کا شُہرہ ہو گیا ۔ ہارون نے
اسے دربار میں بڑی عزّت دی ۔ جس کی وجہ سے اس کے اُمراء
اور معزّزین شہر حکیم سے خاص طور پر ملنے کے لیے دربار گئے
بُہلُول کو بھی خبر ہوئی ۔ وہ بھی اپنی دیوانگی کا لباس پہنے دربار
میں جا پہنچا ۔ دیکھا کہ حکیم دربار میں بڑی شان سے بیٹھا ہے
وزیر امیر اس کی تعریفوں کے پُل باندھ رہے ہیں ۔

بُہلُول کچھ دیر چُپ چاپ بیٹھا رہا — پھر حکیم سے بولا — "آپ کیا کام کرتے ہیں" — ؟

حکیم اس کی ہَیئَتِ کَذائی دیکھ کر اسے پاگل سمجھا اور اس کی ہنسی اُڑانے کو بولا — "جناب — میں حکیم ہوں اور میرا کام مُردوں کو زندہ کرنا ہے" —

دربار میں دبی دبی ہنسی کی آواز سنائی دینے لگی — بُہلُول نے مُسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور بڑے مزے سے بولا — "جناب حکیم صاحب قبلہ — برائے کرم آپ زندوں کے حال پر رحم کریں اُن کی جان بخشی کر دیں — باقی رہے مردے — تو ان کو زندہ کرنا آپ کا ہدیہ ہے" —

دبی دبی ہنسی قہقہوں میں بدل گئی — ہارون بھی ان میں شامل تھا — حکیم اتنا خَجِل ہوا کہ واپس یونان چلا گیا۔

۱۸

ہارون نے محفلِ مے نوشی سجا رکھی تھی — وزیر امیر بیٹھے تھے مسلمانوں کا خلیفہ کنیزوں کے ہاتھوں سے جام مے لے کر خم کے خم لنڈھا رہا تھا — کہ بُہلُول بھی وہاں آ پہنچا — اس نے خلیفہ کی حرکتوں کو خاموش نگاہوں سے دیکھا تو ہارون کو اس کی نصیحتیں یاد آئیں — نشے کی ترنگ میں اس نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ

بہلول کوئی ایسی بات کہہ دے — جو اس کا سر جھکا دے — وہ پہل کرے — اس نے بہلول کو دیکھا اور بولا —

"بہلول — میرے ایک سوال کا جواب دو گے" —

"میں تیار ہوں" — بہلول نے جواب دیا۔

"بہلول — یہ بتاؤ کہ اگر کوئی شخص انگور کھا رہا ہو تو کیا حرام ہے" —؟ ہارون نے سوال کیا —

"نہیں — بالکل نہیں" — بہلول نے کہا —

"اگر وہ انگور کھا کر پانی پی لے — تو" —؟ ہارون بولا۔

"کوئی حرج نہیں" — بہلول نے بتایا —

"اب یہی شخص انگور کھانے اور پانی پینے کے بعد دھوپ میں بیٹھ جائے تو پھر" —؟؟

"کوئی مضائقہ نہیں — جتنی دیر چاہے بیٹھے" — بہلول نے جواب دیا —

"تو پھر بہلول — تم خود ہی بتاؤ کہ یہی انگور اور پانی — کچھ عرصہ دھوپ میں رکھ دیے جائیں — تو حرام کیوں ہو جاتے ہیں؟" ہارون نے بڑے فخر سے اپنا فلسفہ بیان کیا۔

"اگر اجازت ہو تو میں بھی خلیفہ سے چند سوال کر لوں — امید ہے ان ہی سوالات میں خلیفہ کو اپنے سوال کا جواب بھی مل جائے گا" — بہلول نے اطمینان سے کہا —

"اجازت ہے" ـــ ہارون جھومتا ہوا بولا۔

بہلول بولا ـــ "کیا عالی جاہ بتائیں گے کہ اگر کسی آدمی کے سر پر تھوڑی سے مٹی ڈال دی جائے ـــ تو کیا اسے کوئی نقصان پہنچے گا" ـــ؟

"نہیں" ـــ خلیفہ نے فوراً جواب دیا ـــ

"اس کے بعد اس کے سر پر تھوڑا سا پانی ڈال دیں ـــ تو کیا اس شخص کو کوئی تکلیف ہوگی" ـــ؟

"نہیں ـــ بالکل نہیں" ـــ ہارون بولا۔

"لیکن ـــ !! بہلول نے اسے متوجہ کیا ـــ " اگر اس مٹی اور پانی کو ملا کر اینٹ بنالی جائے اور وہ اس شخص کے سر پر ماری جائے ـــ تو کیا کوئی نقصان ہوگا" ـــ؟

"تم بھی عجیب باتیں کرتے ہو بہلول" ـــ خلیفہ ہنسا ـــ "اس کا تو سر پھٹ جائے گا" ـــ

"تو پھر عالی جاہ ـــ غور فرمائیں تو انھیں معلوم ہوگا کہ جس طرح مٹی اور پانی مل کر انسان کا سر پھوڑ سکتے ـــ اسی طرح انگور اور پانی مل کر بھی ایسی چیز بنا دیتے ہیں ـــ جو حرام اور ناپاک ہے ـــ جس کے پینے سے انسان کی عقل ماری جاتی ہے۔ اسے بُرے بھلے کی تمیز نہیں رہتی ـــ اسی لیے اسلام نے اس کے پینے والے پر سزا واجب کی ہے" ـــ

ہارون کا نشہ ہرن ہوگیا ـــ وہ مُضطرِب ہوکر اُٹھا اور پشیمانی سے بولا ـــ

"شراب کی یہ محفل برخواست کی جاتی ہے"ـــ

ایک روز ہارون حمام گیا ـــ تو بُہلُول بھی ہمراہ تھا ـــ ہارون کو مذاق سوجھا ـــ تو بُہلُول سے بولا ـــ "بُہلُول ـــ اگر میں غلام ہوتا ـــ تو میری کیا قیمت لگتی"ـــ؟

بُہلُول نے بہت مزے سے کہا ـــ" عالی جاہ ـــ صرف پچاس دینار ـــ !!!

خلیفہ کو اس کی امید نہیں تھی ـــ اس کا نازک شاہی مزاج بگڑا ـــ" ہو نا تم دیوانے ـــ انسان کی قدروقیمت کا تو تمھیں اندازہ ہی نہیں ـــ احمق جانتے ہو کہ یہ تہمد جو میں نے پہن رکھی ہے ـــ پچاس دینار تو صرف اس کی قیمت ہے"ـــ

"میں نے بھی تو صرف تہمد کی ہی قیمت لگائی ہے سرکار! ورنہ خلیفہ کی کوئی قیمت نہیں ہے"ـــ بُہلُول نے ہنس کر کہا ـــ

خلیفہ بڑے تزک واحتشام سے شکار پر روانہ ہوا ـــ امیر وزیر ہمراہ تھے ـــ غُلام تیر کمان اٹھاتے ساتھ ساتھ چل رہے تھے ـــ

بُہلُول بھی موجود تھا۔ اچانک ایک ہرن نظر آیا۔ خلیفہ نے فوراً کمان اُٹھائی اور ہرن کا نشانہ لے کر تیر چھوڑا۔ لیکن نشانہ خطا گیا۔ ہرن چوکڑیاں بھرتا نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔

"بہت خُوب۔! بہت خُوب۔!!! سُبحَانَ اللہ"۔!! بُہلُول نے بے ساختہ داد دی۔

خلیفہ کو ناگوار گزرا۔ غُصّے سے بولا۔ "بُہلُول۔ تُو میرا مذاق اڑا رہا ہے"۔

"نہیں عالی جاہ۔ یہ ناچیز تو ایسی جسارت کرنے کا تصوّر بھی نہیں کرسکتا"۔ بُہلُول نے عاجزی سے کہا۔

"تو پھر یہ داد کس کو دے رہے تھے"۔؟ ہارون نے درشتی سے پوچھا۔

"جہاں پناہ۔ میں نے ہرن کو داد دی ہے کہ وہ آپ کے تیر سے کتنی خُوب صورتی سے بچا ہے"۔

بُہلُول اکثر قبرستان میں بیٹھا رہتا تھا۔ ایک روز ہارون کا اسی طرف سے گزر ہوا۔ بُہلُول پر نگاہ پڑی۔ تو سواری ٹھہرائی اور بولا۔ بُہلُول۔ یہاں کیا کر رہے ہو"۔؟

"میں ایسے لوگوں کی ملاقات کو آیا ہوں۔ جو نہ لوگوں کی

غیبت کرتے ہیں — نہ مجھ سے کوئی امید یا توقع رکھتے ہیں اور نہ کسی کو کوئی تکلیف دیتے ہیں" — بہلول نے وضاحت کی۔

ہارون نے گہرا سانس لیا — "بہلول کیا تم مجھے پُل صراط سے گزرنے اور اُس دُنیا میں سوال و جواب کی کچھ خبر دے سکتے ہو؟"

"یقیناً — لیکن اس کے لیے تھوڑا اہتمام کرنا ہوگا — کیا عالی جاہ اس کا انتظام کر دیں گے" —؟ بہلول نے کہا —

"ہاں — ہاں — تم بتاؤ — میں ابھی حکم دیتا ہوں" —

ہارون نے جواب دیا —

"پھر عالی جاہ — اپنے ملازموں کو حکم دیں کہ وہ یہاں آگ جلائیں — اس پر ایک بڑا توا رکھیں — اس توے کو گرم ہو کر سُرخ ہو جانے دیں" — بہلول نے بتایا —

"بہلول کی فرمائش پوری کی جائے" — ہارون نے فرمانِ شاہی جاری کیا —

ملازموں نے فوراً آگ جلائی — توا لایا گیا اور گرم ہونے کے لیے آگ پر رکھ دیا گیا — لوگوں کی نظریں اسی جانب تھیں اور حیرت سے سوچ رہے تھے کہ اس سے بہلول کا کیا مقصد ہے — یہاں تک کہ توا خوب گرم ہو گیا —

بہلول نے کہا — عالی جاہ — پہلے میں اس توے پر ننگے پاؤں کھڑا ہوں گا اور اپنا تعارف کراؤں گا — یعنی میرا نام کیا

ہے ــــ میرا لباس کیا ہے اور میری خوراک کیا ہے ــــ اس کے بعد اسی طرح آپ بھی توے پر کھڑے ہو کر اپنا تعارف کرائیں"۔

ہارون کو کچھ تامّل تو ہوا ــــ لیکن اس نے منظور کر لیا اور بُہلول سے بولا ــــ "چلو ــــ تم پہل کرو" ــــ

بُہلول تیزی سے توے پر کھڑا ہو گیا اور جلدی سے بولا۔ بُہلول، خرقہ، جَو کی روٹی اور سِرکہ" ــــ یہ تین لفظ کہہ کر وہ جھٹ توے سے نیچے اُتر آیا ــــ ان چند لمحوں میں اس کے پیر جلنے سے محفوظ رہے ــــ

اب ہارون کی باری آئی ــــ وہ توے پر چڑھا ــــ اور شاہی اَلقاب کے ساتھ ابھی اپنا نام بھی نہیں بتا پایا تھا کہ اس کے پیر جلنے لگے ــــ وہ گرتا پڑتا توے سے نیچے اُتر آیا اور بولا ــــ "بُہلول ــــ تم نے مجھے کس عذاب میں ڈال دیا تھا" ــــ

بُہلول مسکرایا ــــ "آپ نے ہی تو فرمائش کی تھی کہ آپ کو قیامت کے سوال و جواب کے بارے میں بتایا جائے ــــ تو آپ نے دیکھا ــــ کہ گرم توے پر قدم رکھنا کتنا مشکل ہے ــــ اسی طرح جو لوگ خُدا پرست ہیں ــــ دُنیا کے جاہ و حَشم سے دُور ہیں ــــ لالچ اور طَمع نہیں رکھتے ــــ وہ تو پل صراط پر سے آرام کے ساتھ گزر جائیں گے ــــ اور جو دُنیاوی شان و شوکت میں ڈوبے ہوتے ہیں انھیں اسی طرح عذاب سے گزرنا ہو گا جس طرح ابھی آپ کو محسوس ہوا"۔

۲۱

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز ہارون کا وزیر فضل بن ربیع
ایک راستے پر گزر رہا تھا۔۔۔ دیکھا کہ بہلول ایک طرف بیٹھا۔
کچھ سوچ رہا ہے۔۔۔ فضل نے اس کا نام لے کر اُسے پکارا۔۔۔
"بہلول۔۔۔ کیا سوچ رہے ہو"۔۔۔؟

بہلول نے چونک کر سر اٹھایا۔۔۔ دیکھا کہ فضل بن ربیع کھڑا
ہے۔۔ بولا۔۔۔ "تیرے انجام کے بارے میں سوچ رہا ہوں"۔

فضل چونک گیا۔۔۔ "کیوں۔۔۔ خیریت تو ہے بہلول"۔؟

"سارے وزیر ایک جیسے ہی ہوتے ہیں۔۔۔ اس لیے ان
کا انجام بھی مِلتا جُلتا ہی ہوتا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں
تیرا بھی انجام جعفر برمکی کا سا نہ ہو"۔۔۔

فضل کانپ گیا اور بولا۔۔۔ "بہلول میں نے جعفر برمکی
کے بارے میں سُنا تو ہے۔۔ لیکن دوسرے لوگوں کی زبانی۔۔
نہ جانے اس میں کتنا جھوٹ ہے اور کتنا سچ۔۔۔ میں چاہتا ہوں
کہ تو مجھے اس کے بارے میں بتا کہ آخر ہارون نے اس کے قتل
کا حکم کیوں دیا تھا۔۔۔ ہو سکتا ہے اس میں میرے لیے بھی کوئی
سبق ہو"۔۔۔

بہلول نے کہا۔۔۔ "تو پھر بیٹھ جا اور کان دھر کر سُن"۔۔۔

فضل بیٹھ گیا اور بہلول نے کہنا شروع کیا — "تم جانتے ہو نا کہ منصور کے بیٹے مہدی کے زمانے میں خالد برمکی کا بیٹا یحییٰ برمکی ہارون رشید کا کاتب مقرر ہوا تھا" —

فضل نے ہنکارا بھرا — "ہاں — میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ ہارون یحییٰ اور اس کے بیٹے جعفر کی لیاقت دیکھ کر انھیں بہت پسند کرنے لگا تھا" —

"بادشاہ کی پسند و ناپسند ہمیشہ زوال کا باعث بنتی ہے ہارون کو جعفر برمکی کے ساتھ اتنی محبّت ہوگئی کہ اس نے اپنی ہمشیرہ عباسہ کا نکاح جعفر برمکی سے کر دیا — لیکن اسے یہ بھی تاکید کر دی کہ وہ عباسہ کو اپنی بیوی نہ بنائے — اور خلیفہ کی بہن سمجھ کر اس پر دست درازی کی کوشش نہ کرے — جعفر برمکی نے قول تو دے دیا — لیکن اس پر پورا نہ اُتر سکا — اس کی اطلاع ہارون کو بھی ہوگئی — اور اس کی محبّت دشمنی میں بدل گئی" —

اس نے اپنے غلام مسرور سے کہا — "آج تمھارے سپرد ایک اہم کام ہے — جس کی تکمیل ہر صورت میں ہونی چاہیے" —

مسرور نے سرِ تسلیم خم کیا تو ہارون بولا — "آج رات جعفر برمکی کا سر کاٹ کر ہماری خدمت میں پیش کرو" —

مسرور ہک بک رہ گیا — اس کی زبان گُنگ ہوگئی اور اس کا سر جھک گیا — اس کے چہرے پر تشویش کے آثار دیکھ کر ہارون

نے کڑے لہجے میں کہا ——"مسرور— تو پریشان کیوں ہو گیا ہے کس سوچ میں پڑ گیا ہے"——؟

مسرور نے ڈرتے ڈرتے کہا —حضور— یہ امرِ عظیم ہے سوچتا ہوں کہ کاش آپ نے اس کام کے لیے مجھے منتخب نہ کیا ہوتا"——

"تو گویا— تو اپنی موت کو آواز دینا چاہتا ہے— اور ایسی موت جس پر پرندے بھی آنسو بہائیں"—— ہارون نے غضبناک لہجے میں کہا——

تو مسرور کے پاس اس کے سوا چارۂ کار نہیں تھا کہ اس کے حکم کی تعمیل کرے — وہ سر جھکاتے ہوئے جعفر برمکی کے یہاں پہنچا اور اسے تمام ماجرا کہہ سنایا—

جعفر برمکی بے حد پریشان ہوا— اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی— لیکن اُس نے امید کا سہارا لیا اور مسرور سے بولا ——"مسرور— کیا خبر کہ خلیفہ نے یہ حکم شراب کے نشے میں دیا ہو— اور جب وہ ہوش میں آئے —تو اسے پچھتاوا ہو اس لیے میری مان اور خلیفہ کے پاس جا— اور اسے اطلاع دے دے کہ تُو نے مجھے قتل کر دیا ہے— اگر وہ افسوس کا اظہار نہ کرے تو تجھے اختیار ہے —— شوق سے آکر میرا سر کاٹ لے"۔

مسرور خلیفہ کی طبیعت سے واقف تھا— وہ اس کے حکم

سے سرتابی کر کے خود مصیبت میں گرفتار نہیں ہونا چاہتا تھا۔ وہ جعفر سے بولا — "آپ میرے ہمراہ ہارون کے محل تک چلیں ہوسکتا ہے آپ کی محبّت خلیفہ کو اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور کر دے"

جعفر کو مجبوراً اس کی بات ماننا پڑی — اس کے دل میں امید کی تھوڑی سی جو رمق باقی تھی — وہ اس کے سہارے مسرور کے ساتھ چل پڑا — مسرور نے جعفر کو پردے کے پیچھے کھڑا کیا اور خود لرزتا کانپتا خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا —

اُسے دیکھتے ہی ہارون نے کہا — "مسرور — کیا تم نے میرے حکم کی تعمیل کی ہے" —

مسرور گھبرا گیا — اور جلدی سے بولا — "عالی جاہ — جعفر برمکی میرے ساتھ آیا ہے — وہ پردے کے پیچھے کھڑا ہے — وہ —

"مسرور یاد رکھ کر — اگر تو نے میرے حکم کی تعمیل میں ذرّہ برابر بھی سستی کی — تو جعفر سے پہلے تیرا سر اُڑتا ہوا نظر آئے گا" —

مسرور کو اپنی جان پیاری تھی — اُس نے لپک کر پردہ اُٹھایا اور تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ وجیہہ و حسین نوجوان کا سر تن سے جدا ہو گیا — پھر اس نے اس جوانِ رعنا کا سر ہاتھ میں لیا — جو شرافت اور دانشمندی کی تصویر تھا — جس کی فیّاضی

اور سخاوت سب سے بڑھی ہوئی تھی ۔ اُسے اپنے سر پر رکھا اور ہارون کے سامنے پیش کر دیا۔"

"بے رحم خلیفہ کو اس پر بھی تسلّی نہیں ہوئی اور اس نے حکم دیا کہ برمکیوں کے پورے خاندان کا نام و نشان مٹا دیا جائے ان کا مال و اَسباب قُرق کر لیا جائے ــــ جعفر کی لاش بغداد کے قلعے پر لٹکا دی گئی اور چند دن بعد اُسے جلا دیا گیا ــــ

"اے فَضْل ــــ!!! وزارت کا یہی انجام ہوا کرتا ہے ــــ اِس لیے محتاط رہو اور عوام کی بھلائی کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھو" ــــ

فَضْل کانپ گیا اور پریشانی سے بولا ــــ بُہلُول مجھے سلامتی کی دُعا دو" ــــ

۲۲

فَضْل بن ربیع نے بغداد میں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔ وہ اپنے خرچ پر اُسے بنواتا رہا ــــ جب تعمیر مکمل ہوگئی ۔ تو مسجد کے دروازے پر کتبہ لگانے کی باری آئی ــــ فَضْل بھی اس موقع پر آیا ــــ اس سے پُوچھا گیا کہ اس کتبے پر کونسی عبارت لکھوائی جائے ــــ؟

"ظاہر ہے اس پر تو میرا ہی نام لکھا جائے گا" ــــ فَضْل نے بڑے فخر سے کہا ــــ

بُہلُول قریب ہی کھڑا تھا — وہیں سے پُکار کر بولا —

"حضرت فَضَل بن ربیع — کیا آپ اِس دیوانے کو یہ بتانے کی زحمت گوارا فرمائیں گے کہ آپ نے یہ مسجد کس کے لیے بنوائی ہے؟"

"یہ خُدا کا گھر ہے — اسے میں نے اللہ کی خاطر بنایا ہے"۔ فَضَل نے جواب دیا —

بُہلُول مسکرایا — "آپ کا فرمانا بجا ہے — کہ یہ آپ نے اللہ کے لیے بنواتی ہے — تو پھر اس پر اپنا نام کیوں لکھوا رہے ہیں" — ؟

فَضَل نے غصّے سے اس کی طرف دیکھا — "کیوں میں اپنا نام کتبے پر کیوں نہ لکھواؤں — آخر لوگوں کو بھی تو معلوم ہونا چاہیے کہ اِس مسجد کا بنانے والا کون ہے" —

"تو پھر میرا نام لکھوا دو — لکھوا دو کہ اِس مسجد کا بانی بُہلُول ہے" — بُہلُول نے ہنس کر کہا —

"عجیب دیوانے ہو تم — بھلا تمھارا نام لکھوانے کی کیا تُک ہے" — اس نے ناگواری سے کہا —

"چلو نہ سہی — میرا نام نہ لکھواؤ — اپنا ہی نام لکھوالو تاکہ تمھاری شہرت اور نیک نامی ہو — لیکن پھر ثواب کا خیال اپنے دل میں نہ لانا" — بُہلُول یہ کہتا ہوا آگے بڑھ گیا —

فَضَل کا سر جُھک گیا — وہ نَدامت سے بولا — "بُلاؤ

بُہلُول کو — اور جو کچھ وہ کہتا ہے — کَتبے پر وہی لکھ دو"—
لوگ بُہلُول کے پیچھے دوڑے اور اس سے پوچھنے لگے کہ کتبے پر کیا لکھا جائے تو وہ بولا — "قرآن پاک کی آیت سے بہتر اور کچھ نہیں — جو اس کَتبے پر کَندہ کیا جائے"—

فَضْل نے بھی اس کی تائید کی اور مسجد کے کتبے پر آیاتِ قرآنی لکھوائی گئیں —

۲۳

ایک اعرابی کے اُونٹ کو کھُجلی کی بیماری لاحق ہوگئی — لوگوں نے مشورہ دیا کہ اس پر ارنڈی کے تیل کی مالش کرے — اَعرابی اُونٹ پر سوار ہوا اور شہر کی جانب روانہ ہوگیا تاکہ ارنڈی کا تیل خرید لائے —

راہ میں بُہلُول کو دیکھا — تو اس نے اپنا اُونٹ ٹھہرالیا — نیچے اُترا اور اسے سلام کرکے بولا — "میں عجیب مصیبت میں گرفتار ہوگیا ہوں — میرے اُونٹ کو خارش ہوگئی ہے — لوگوں نے تو ارنڈی کے تیل کی مالش کرنے کا مشورہ دیا ہے — میں ارنڈی کا تیل لینے ہی جارہا تھا — تمھیں دیکھا — تو مجھے خیال آیا کہ تمھاری دُعا میں تو بڑا اثر ہے — اگر تم میرے اُونٹ پر دم کردو — تو اسے شِفا ہوجائے گی"—

بُہلُول مسکرایا۔۔۔ "صرف میری دُعا میں تو اتنی تاثیر نہیں ہے کہ اتنا بڑا اُونٹ اس سے شِفایاب ہوجائے ۔۔۔ ہاں اگر تم ارنڈی کا تیل لے آؤ ۔۔۔ تو میں اس پہ دُعا دم کردوں گا ۔۔۔ تم وہ تیل استعمال کرنا ۔۔۔ تو امید ہے کہ کام بن جائے گا" ۔۔۔

بات اس شخص کی سمجھ میں آگئی ۔۔۔ وہ شہر سے تیل خرید لایا ۔۔۔ بُہلُول نے اس پہ دُعا دم کردی ۔۔۔ کچھ روز کی مالش سے اس کا اُونٹ تندرست ہوگیا ۔۔۔

۲۴

بُہلُول کا ایک دوست گیہوں پسوا کر واپس آرہا تھا کہ اس کا گدھا لنگڑانے لگا ۔۔۔ اس نے گدھے کو دو تین چھڑیاں لگا کر آگے دھکیلنا چاہا ۔۔۔ لیکن وہ ٹس سے مَس نہ ہوا اور بالآخر زمین پر گر پڑا ۔۔۔ قریب ہی وہ خستہ حال مکان تھا ۔۔۔ جہاں بُہلُول ان دنوں مقیم تھا ۔۔۔ اس شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا اور آواز دی

"بُہلُول بھائی ۔۔۔! بُہلُول بھائی ۔۔۔ ذرا مجھے اپنا گدھا تو دے دو ۔۔۔ میرا گدھا تو آدھے رستے میں جواب دے گیا اور مجھے یہ آٹا گھر پہنچانا ہے" ۔۔۔

بُہلُول اس کی آواز پہچانتا تھا ۔۔۔ وہ اس کی عادت سے بھی واقف تھا کہ وہ جانور کی صحیح نگہداشت نہیں کرتا تھا اور ان

سے بے رحمی کا سلوک کرتا تھا — اِس لیے وہ اپنا گدھا اسے دینا نہیں چاہتا تھا — وہ باہر نکلا اور اس شخص سے بولا — "یار — بڑا افسوس ہے کہ میرا گدھا — کوئی مانگ کر لے گیا ہے — اِس لیے

اِس وقت تو تمھارے کام نہیں آسکتا" —

ابھی بُہلُول کے اَلفاظ اس کے منہ میں ہی تھے کہ گھر کے اندر سے گدھے کی ڈھینچوں — ڈھینچوں کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ شخص ہوشیار ہوا اور شکوے کے انداز میں بولا — "اچھا بُہلول بھائی — تم بھی اچھے دوست ہو — تمھارا گدھا تو گھر میں موجود ہے اور تم کہتے ہو کہ اسے کوئی مانگ کر لے گیا ہے" —

"اور تم بھی اچھے دوست ہو" — بُہلُول نے اسی کے لہجے میں کہا — "میرا تمھارا پچاس سال کا ساتھ ہے اور تم میری بات پر یقین نہیں کر رہے — اور گدھے کی بات ماننے پر تیار ہو" —

۲۵

بُہلُول حمام کرنے گیا — تو وہی اپنی گُدڑی لپیٹے ہوئے تھا — اس کی پاپوش بھی بوسیدہ تھی اور لباس بھی عُمدہ نہیں تھا — حمام کے حمامیوں نے اس کی جانب بالکل توجّہ نہیں دی خاصی دیر بعد اس کی باری آئی — تو بھی انھوں نے بُہلُول کی کوئی

خاص پروا نہیں کی اور اس کے حسبِ منشا نہانے کا کیسہ اس کے بدن پر نہیں رگڑا۔
بُہلُول فارغ ہو چکا ــــ تو باہر آیا ــ اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور دس دینار نکال کر حمام کے مالک کی ہتھیلی پر رکھ دیئے ــــ
حمام کا مالک اُجرت سے بہت زیادہ رقم دیکھ کر قدرے نادم ہوا کہ اس نے بُہلُول کے ساتھ لاپروائی برتی ــ بُہلُول کچھ کہے بغیر حمام سے باہر نکل آیا ــــ

اگلے ہفتے وہ پھر حمام کرنے گیا ــــ تو اسے دیکھتے ہی حمامی دوڑے ہوئے آئے اور اسے ہاتھوں ہاتھ اندر لے گئے اور بڑے اَدب سے اسے غسل کرنے میں مدد دی ــــ
بُہلُول فارغ ہو کر باہر آیا ــــ تو اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک دینار مالک کی ہتھیلی پر رکھ دیا ــــ وہ غُصّے سے لال بھبوکا ہو گیا ــــ اس نے دینار دُور پھینک دیا اور درشتی سے بولا ــــ
"حضرت آپ ہوش میں تو ہیں ــ حمام کرنے کی یہ اُجرت"ــــ؟؟
"قبلہ ــــ اس مرتبہ حمام کرنے کی اُجرت تو میں پچھلے ہفتے ہی آپ کی خدمت میں پیش کر چکا ہوں ــــ یہ تو پچھلے ہفتے کی اُجرت ہے ــ جو میں نے اب ادا کی ہے ــ تاکہ آپ کو احساس ہو کر گاہکوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے"ــــ

بغداد کے شریر لڑکے "پاگل ہے — پاگل ہے" کا شور مچاتے ایک شخص کے پیچھے دوڑتے جا رہے تھے — وہ پریشان حال شخص بار بار مُڑ کر انھیں منع کرنے کی کوشش کرتا — لیکن وہ کسی طور نہیں مانتے تھے — کوئی اُسے پتّھر مارتا تھا — کوئی اُس کے کپڑے کھینچتا تھا — کوئی پاگل پاگل کہہ کر اُسے چھیڑتا تھا — وہ انھیں منع کر کر کے تھک گیا — تو اس نے ہاتھ جوڑ دیئے اور ان ننھے شیطانوں سے بولا — "خُدا کے لیے میرا پیچھا چھوڑ دو — میں پاگل نہیں ہوں میں پاگل نہیں ہوں — اس کی آواز رُندھ گئی اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے —

لڑکے کھِلکھلا کر ہنس پڑے — اُن میں سے ایک شریر بولا "سارے ہی پاگل اِسی طرح کہتے ہیں" —

دُوسرے نے لقمہ دیا — "تم تو شکل سے ہی پاگل نظر آتے ہو اور پھر بھی کہتے ہو کہ میں پاگل نہیں" —

"پاگلوں کے سر پر سینگ تو نہیں ہوتے" — کوئی اور بولا اور سب اسے چھیڑنے اور تنگ کرنے لگے —

"ٹھہر جاؤ تم — شیطان کے چیلو — میں ابھی تمھیں سیدھا کرتا ہوں" — ایک کڑک دار آواز سنائی دی — تو لڑکوں نے

مُڑ کر دیکھا ۔

بُہلُول اپنا عصَا لہراتا چلا آتا تھا ۔ "تم لوگوں کو شرم نہیں آتی ایک شریف آدمی کو تنگ کرتے ہو" ۔ وہ غصّے سے بولا ۔ "تمھیں ذرا خوفِ خُدا نہیں ہے ۔ بچارے اجنبی کو پریشان کر کے رکھ دیا ۔ چلو ۔ بھاگو ۔ یہاں سے ورنہ" ۔ !!!

اس نے دانت پیس کر لاٹھی اُٹھائی ۔ تو لڑکے سر پہ پیر رکھ کر بھاگے ۔

اس شخص کی جان میں جان آئی ۔ اس نے اپنا لباس درست کیا اور ہانپتا ہوا بولا ۔ "آپ کی بہت مہربانی ۔ اگر آپ نہ آتے تو یہ شریر لڑکے مجھے سچ مچ ہی پاگل کر دیتے" ۔ اس کی آنکھیں بھیگ گئیں ۔

بُہلُول نے اس کی جانب دیکھا ۔ وہ شکل وصورت اور لباس سے اجنبی معلوم ہوتا تھا ۔ اس کے چہرے پر پریشانی اور ہَراس تھا ۔ بُہلُول نے ہمدری سے پوچھا ۔ "بھائی ۔ تم اجنبی معلوم ہوتے ہو ۔ ہمارے اس شہر نے تم پر جو ظُلم کیا ہے ۔ کچھ تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے ۔ اور کچھ تم سُنادو کہ جس نے تمھاری آنکھوں میں آنسو بھر دیے ہیں" ۔

اس شخص نے ایک آہ بھری ۔ "آپ درست فرماتے ہیں ۔ اس شہر نے تو مجھے پاگل بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ۔ میں

چند روز پہلے ہی یہاں وارد ہوا ہوں — میرے پاس کچھ جواہرات اور سونے کے سکّے تھے — وہی میری پونجی تھی اور وہی زادِ سفر۔ میں نے اس خوف سے کہ کہیں اجنبی شہر میں لُٹ نہ جاؤں — وہ جواہرات ایک عطّار کے پاس امانت رکھوا دیئے تھے — مگر افسوس کہ آج جب میں نے اس سے اپنی امانت کا مطالبہ کیا تو وہ مُکر گیا — اس نے مجھے بُرا بھلا کہا اور شریر لڑکوں کو یہ کہہ کر میرے پیچھے لگا دیا کہ میں پاگل ہوں" — اس کے آنسو بہہ نکلے —

بُہلُول نے اُسے تسلّی دی — "بھائی — مجھے بہت افسوس ہے کہ اس شہر میں تمھارے ساتھ ایسا سُلوک ہوا ہے — لیکن تم فکر نہ کرو — تمھاری امانت تمھیں ضرور ملے گی" —

"مجھے یقین تو نہیں آتا — وہ عطّار حد درجہ چالاک اور مکّار ہے — لیکن امید پہ دنیا قائم ہے — مایوسی کُفر ہے — اس لیے میں بھی اپنی ٹوٹی آس پھر جوڑ لیتا ہوں — اگر آپ میری جمع پونجی مجھے دلوا دیں — تو میں عُمر بھر آپ کو دُعائیں دوں گا" — اجنبی نے کہا —

"بھائی تم نے سچ کہا کہ مایوسی کُفر ہے — تم فکر نہ کرو — تمھاری امانت تمھیں ضرور ملے گی — بُہلُول نے بڑے یقین سے کہا۔

"خدا آپ کا بھلا کرے" — اجنبی بولا —

"اچھا اب تم اس طرح کرو کہ مجھے اس عطّار کا پتہ بتادو
کل اسی وقت تم پھر اس عطّار کی دکان پر آنا اور اس سے اپنی

امانت کا مطالبہ کرنا — بُہلُول نے اسے ہدایت دی —
"نہیں جناب — اب میں اس مکّار کی دکان پر نہیں جاؤں گا
پہلے ہی اس نے میرے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا" — اجنبی نے گھبرا کر کہا
"پوری بات تو سُن لو یار — تمھیں اِس قدر گھبرانے کی ضرورت
نہیں — میں اس کی دکان پر پہلے سے موجود ہوں گا — یہ میرا
ذمّہ کہ وہ تمھیں کچھ نہیں کہے گا" — بُہلُول نے زور دے کر کہا —
اگلے روز بُہلُول اس عطّار کی دکان پر پہنچا — اس کے ہاتھ
میں ایک تھیلی تھی — وہ اُسے سلام کر کے بولا — "جناب — میں
کچھ عرصے کے لیے خُراسان جا رہا ہوں — دُور کا سفر ہے — خُدا
معلوم واپس آؤں یا نہ آؤں — راہ میں چور ڈاکوؤں کا بھی
خطرہ ہے — یہ میری جمع پونجی — کچھ جواہرات اور تیس ہزار اشرفیاں
ہیں — آپ انھیں میری امانت سمجھ کر رکھ لیں — اگر میں تین ماہ
بعد واپس آگیا — تو اپنی امانت لے لوں گا — اگر مجھے واپس آنا
نصیب نہ ہوا — تو آپ اِس رقم سے کوئی مسجد بنوادیں" —
بُہلُول نے نہایت سنجیدگی سے کہا —
عطّار نے تھیلی ہاتھ میں لی — اس کا بوجھ محسوس کر کے وہ
دل ہی دل میں خُوش ہوا اور بولا — "جناب — آپ کا کہا سَر

آنکھوں پر — آپ بد شگونی کی باتیں نہ کریں — اِنشَاءَاللّٰہ آپ ضرور واپس آئیں گے اور اپنی اَمانت اسی طرح محفوظ پائیں گے"۔
"میں آپ کا بہت مُتَشَکِّر ہوں — آپ نے میری پریشانی دُور کر دی ہے"— بُہلُول نے تھیلی اس کے حوالے کر دی —

اُسی وقت وہ اجنبی بھی دکان پر پہنچ گیا اور بڑی لجاجت سے بولا "جناب! میں نے جو امانت آپ کے پاس رکھوائی تھی — براہِ کرم اُسے عِنایت فرما دیجیے"—

عطّار سوچنے لگا کہ اسے کیا جواب دے — اگر وہ انکار کرتا تو بُہلُول مشکوک ہو سکتا تھا — کیا خبر وہ اپنی امانت واپس لے جائے اور کسی دُوسرے کے پاس رکھوا دے — بُہلُول کی تھیلی اس کی تھیلی سے زیادہ وزنی ہے — بُہلُول خلیفہ کا رشتہ دار بھی ہے — اس کو اکثر و بیشتر خلیفہ سے نذرانے ملتے رہتے ہیں — یقیناً اس کے جواہرات زیادہ قیمتی ہوں گے — یہ سوچ کر اس نے اپنے مُلازم سے کہا کہ "وہ اجنبی کی تھیلی لا کر اسے دے دے"۔

اُس شخص نے تھیلی لی اور دُعائیں دیتا ہوا چلا گیا — بُہلُول بھی عطّار کو خُدا حافظ کہہ کر رخصت ہو گیا — عطّار نے بیقراری سے وہ تھیلی کھولی تا کہ اس کی مالیت کا اندازہ کر سکے — یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں کُھلی کی کُھلی رہ گئیں کہ تھیلی میں لوہے اور کانچ کے ٹکڑے بھرے ہوئے تھے۔

بُہلُول بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک شخص نے دامن پکڑ لیا۔ بُہلُول نے اس کی طرف دیکھا "کیا بات ہے بھائی — مجھے کیوں روکا ہے"— ؟

وہ پریشانی سے بولا — "جناب شیخ بُہلُول — خُدا کے لیے میری مدد کیجیے — ورنہ میں بے موت مارا جاؤں گا"—

"کیوں خیریت تو ہے" — بُہلُول نے پوچھا۔

"بس خیریت ہی تو نہیں ہے — میری اس زبان نے آج مجھے مروا دیا ہے — میں نے اپنی موت کا سامان خُود اپنے ہاتھوں کیا ہے"— وہ تأسُّف سے کہنے لگا —

"بتاؤ تو سہی کہ کیا ہوا ہے"— ؟ بُہلُول نے اِستِفسار کیا

"کیا بتاؤں جناب — اپنی حماقت کا حال اپنی زبان سے کس طرح کہوں — دراصل ہوا یُوں کہ حاکِمِ کُوفہ کی خدمت میں کسی نے ایک بے حد خُوب صورت گدھا پیش کیا — سب لوگ اس کی تعریف کرنے لگے — کوئی کہتا تھا کہ یہ بہت اعلیٰ نسل کا گدھا ہے — کوئی کہتا تھا کہ اسے خُوب سدھایا گیا ہے — کوئی کہتا تھا کہ یہ بہت چاق و چوبند اور مستعد ہے۔ میرے مُنہ سے کہیں نکل گیا کہ یہ گدھا تو اتنا دانشمند ہے کہ

اسے پڑھایا جا سکتا ہے"۔

بس میرا اتنا کہنا تھا کہ حاکمِ کوفہ نے میری بات پکڑ لی۔ میرے مخالفوں نے اسے اور ہوا دی ۔ یہاں تک کہ حاکمِ کوفہ نے مجھے حکم دے دیا۔ کہ میں گدھے کو پڑھاؤں اور اپنا قول سچ کرکے دکھاؤں ۔ اگر میں اِس میں کامیاب ہوگیا۔ تو مجھے اِنعام واکرام دیا جائے گا۔ اور اگر میں کامیاب نہ ہوا۔ تو میری گردن ماردی جائے گی۔ میں سخت مُصیبت میں ہوں بھائی بُہلُول ۔ میری جان پر بنی ہے۔ خُدا کے لیے کوئی صورت پیدا کرو کہ میں بچ جاؤں"۔

بُہلُول بولا۔ "بھائی غم نہ کر۔ میں تجھے ایک ترکیب بتا دوں گا۔ آگے جو اللہ کو منظور"۔

مُقررہ مدّت بعد حاکمِ کوفہ نے اسے طلب کیا۔ وہ گدھے کو لے کر اس کے دربار میں پہنچا۔ سارا دربار بھرا ہوا تھا اور لوگ بڑے شوق سے دیکھ رہے تھے کہ۔ پڑھا لکھا گدھا۔ کیوں کر اپنے فن کا مظاہرہ کرتا ہے ۔

اُس شخص نے گدھے کے سامنے کتاب رکھی۔ گدھا صفحے اُلٹنے لگا۔ آہستہ آہستہ وہ تمام صفحے اُلٹ گیا اور جب کتاب بند کر چکا۔ تو اُس نے زور سے پکارا ۔ ڈھینچوں ۔! ڈھینچوں۔!! ڈھینچوں ۔!!!

حاضرین اور حاکم حیران رہ گئے — انھوں نے تسلیم کرلیا کہ گدھا تمام کتاب پڑھ چکا ہے اور اپنی زبان میں اس کا اعلان کر رہا ہے — حاکم نے اس شخص کو بھاری اِنعام واکرام دیا — وہ خوش خوش واپس آیا اور بُہلُول کی خدمت میں پہنچا —

"جناب شیخ بُہلُول — یہ اِنعام واِکرام — یہ سب آپ کا حق ہے — اگر آپ مجھے وہ ترکیب نہ بتاتے تو میں اپنی جان سے بھی جاتا" —

"نہیں بھائی — یہ اِنعام واِکرام تمھیں ہی مُبارک ہو — میں نے تو صرف ترکیب بتائی تھی — گدھے کے ساتھ محنت تو تم نے کی" — بُہلُول نے بے نیازی سے کہا —

قریب ہی کھڑا ہوا ایک شخص بولا — "بھائی وہ ترکیب کیا ہے — جس نے گدھے کو ساری کتاب پڑھوا دی" — ؟

وہ شخص ہنسا اور بولا — "اب تو میری جان بچ گئی ہے سو اس ترکیب کو بتا دینے میں کوئی حرج نہیں — کہ جس کو اپنے گدھے کو پڑھوانا ہو — وہ اس طریقے سے پڑھاتے" —

"ہاں بھائی بتاؤ — دوسرا شخص پوچھنے لگا —

"سُنو بھائی — وہ کتاب جو گدھے کو پڑھانی ہو — اس کے درمیان جَو رکھ دو — گدھے کو دن بھر بھُوکا رکھو — اور شام کو وہی کتاب اس کے سامنے رکھ دو — بھوکا گدھا کتاب کے صفحے

اُلٹتا جائے گا اور جَو کھاتا جائے گا ـــ اِس طرح آٹھ دس دن یہ
عمل دُہراؤ گے ـــ تو گدھا اس کا عادی ہو جائے گا کہ اس کی
خوراک کتاب کے صفحوں کے درمیان ہے ـــ اب جس وقت بھی
گدھے سے کتاب پڑھوانے کا مُظاہرہ کروانا ہو ـــ تو اُسے بھُوکا
رکھو ـــ اور کتاب کے درمیان جَو بھی نہ رکھو ـــ اب گدھا یہی
سمجھے گا کہ صفحوں کے درمیان جَو رکھے ہوتے ہیں ـــ وہ بھُوک
سے بے تاب ہو کر صفحے اُلٹتا جاتے گا ـــ آخری صفحے تک جب
اسے جَو نہیں ملیں گے ـــ تو وہ ڈھینچوں ـ ڈھینچوں کر کے
اِعلان کر دے گا کہ اُس نے ساری کتاب پڑھ لی ہے" ـــ

۲۸

ایک کارواں سرائے میں بھٹیارے اور ایک ہندوستانی
سوداگر کا جھگڑا ہو رہا تھا ـــ دونوں میں زبردست تُو تُکار ہو رہی
تھی ـــ باقی مسافر جو سرائے میں ٹھہرے ہوتے تھے ـــ انھوں
نے آکر پوچھا کہ کیا مُعاملہ ہے ـــ ؟ بھٹیارے نے غصّے سے کہا
"دیکھیے جناب ـ یہ عجیب شخص ہے کہ کھانا کھالیا اور قیمت
ادا کرتے ہوتے اسے موت آتی ہے ـــ ہم یُوں ہی مُفت خوروں
کے پیٹ بھرنے لگے ـ تو کل کو بھیک مانگتے پھریں گے" ـــ
ایک مُسافر نے سوداگر کی طرف دیکھا ـــ "جناب ـ آپ

خاصے معقول اور آسودہ حال نظر آتے ہیں — آخر آپ اس غریب آدمی کے پیسے کیوں نہیں ادا کر دیتے "—

"قبلہ میں تو پیسے دینے کے لیے تیار ہو— بلکہ میں نے تو اس کے ساتھ یہ بھلائی کی کہ اسے پچھلے کھانے کے پیسے بھی ادا کرنا چاہتا ہوں — جو میں اِتّفاقاً بھول گیا تھا— لیکن یہ کچھ اور ہی حساب بتا رہا ہے —یُوں لگتا ہے — جیسے سارے ہی مسافروں کے کھانے کی قیمت یہ مجھ سے وصول کرنا چاہتا ہے"۔

سوداگر نے اپنا موقف بیان کیا—

"بھلائی کِس بات کی" — بھٹیارہ تُنک کر بولا— "ایک تو پہلے رقم ہی ادا نہیں کی۔ اُسی کا مجھ پر احسان جتاتے ہو— کھانا کھایا ہے — تو قیمت بھی ادا کرو— اور خوامخواہ جھگڑا نہ بڑھاؤ"—

تکرار بڑھی —تو کوئی قصبے کے مُقدّم کو بھی بُلا لایا — اس نے دونوں سے کل واقعہ بیان کرنے کو کہا—

سوداگر بولا —"جناب—! مُعاملہ یہ ہے — کہ پچھلے سال بھی میں اسی سرائے میں ٹھہرا تھا— میں نے کھانے میں ایک مُرغی اور چند انڈے کھائے تھے — مگر جلدی میں ہونے کی وجہ سے میں اس کی قیمت ادا نہیں کر سکا—میں نے سوچا کہ اگلے سال ادا کر دوں گا—اب میں نے اس سے اس کھانے کا حساب پوچھا ہے — تو ایک ہزار دینار مانگتا ہے—آپ ہی اِنصاف سے

بتائیے کہ کیا ایک مُرغی اور چند انڈوں کی قیمت ایک ہزار دینار ہوتی ہے"۔۔؟

مُقدَّم نے بھٹیارے سے کہا۔۔"کیوں صاحب۔ آپ اِس سلسلے میں کیا کہتے ہیں"۔۔؟

بھٹیارے نے گلا صاف کیا اور بڑے ٹھسے سے بولا۔۔ "جناب عالی۔۔ ابھی تو میں نے بڑی فیّاضی سے کام لیا ہے۔ کہ کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو اور میں کسی کا دین دار نہ بنوں۔۔ آپ ذرا انصاف سے غور فرمائیں۔ کہ ان حضرت نے پچھلے سال بڑے مزے سے ایک مُرغی اور چھ انڈے ڈٹ کر کھائے تھے۔۔ اب اگر وہ مُرغی زندہ ہوتی اور میں وہی چھ انڈے اس کے نیچے رکھ دیتا۔۔ تو ان میں سے چوزے نکل آتے۔۔ وہ چُوزے بڑے ہو کر انڈے دیتے۔۔ تو میں ان سے بھی چُوزے نکلواتا۔۔ آپ عقلمند ہیں، خُود ہی حساب لگالیں کہ ایک سال میں وہ مُرغی اور چھ انڈے۔۔ ہزاروں مُرغیوں اور چُوزوں میں بدل جاتے۔۔ یہ سارا منافع محض اس وجہ سے میرے ہاتھوں سے نکل گیا کہ ان حضرت نے وہ مرغی اور انڈے کھالیے تھے۔۔ اب میں نے اسی حساب سے قیمت صرف ایک ہزار دینار لگائی ہے۔۔ تو انھیں ادا کرتے ہوئے تکلیف ہوتی ہے۔۔ اور مجھ سے جھگڑا کرنے پر تُل گئے ہیں"۔۔

مُقدّمہ بھٹیارے کا دوست تھا — اِس لیے اس نے فیصلہ بھٹیارے کے حق میں دے دیا اور اسے حکم دیا کہ وہ بھٹیارے کو ایک ہزار دینار ادا کرے —

سوداگر بچارہ بہت پریشان تھا کہ اتنی رقم کہاں سے ادا کرے کہ مُسافروں میں سے ایک شخص بولا — "حضرات — اگر کوئی مجھے ایک تیز رفتار سواری مُہیّا کر دے — تو میں ابھی بغداد سے قاضی کو لے کر آتا ہوں — پھر وہ جو فیصلہ کر دے — اسے مان لیا جائے" —

باقی مُسافروں نے اس کی حمایت کی — سوداگر بولا — "بھائی آپ میرا خچّر لے جائیں — یہ بہت تیز رفتار ہے — اور خُدا کے لیے قاضی صاحب کو لے کر آئیں — یہ قصبہ تو اندھیر نگری ہے — میں اِتنی رقم اِس کو ادا کر دوں — تو کیا خُود بھیک مانگ کر اپنے ملک واپس جاؤں — خُدا آپ کا بھلا کرے — میری مدد کیجیے" —

اُس شخص نے خچّر لیا اور برق رفتاری سے بغداد کی سمت روانہ ہو گیا — شہر چند کوس کے فاصلے پر تھا — وہ جلد ہی واپس آ گیا اور بولا — "قاضی صاحب کچھ مصروف تھے — انھوں نے آدھے گھنٹے تک آنے کا وعدہ کیا ہے — آپ لوگ انتظار کیجیے" —

ایک — ایک کر کے منٹ گِنے جانے لگے — لوگ بے چینی

سے اس راستے کی طرف دیکھنے لگے ــ جس طرف سے قاضی صاحب کو آنا تھا ــ آدھا گھنٹہ گزرا ــ پھر ایک گھنٹہ ہوا ــ لوگوں کی بے چینی بڑھی ــ سوداگر کی پریشانی کا ٹھکانہ نہیں تھا اور بھٹیارا مونچھوں کو تاؤ دیتا ــ خوش خوش پھر رہا تھا ــ وقت اور گزرا ــ اور ڈیڑھ گھنٹہ ہوگیا ــ

اچانک بغداد کی طرف سے آنے والے راستے پر ایک ٹوپی نظر آئی ــ پھر گدڑی میں لپٹا ایک درویش نمودار ہوا ــ "قاضی صاحب آگئے ــ قاضی صاحب تشریف لے آئے" ــ اس مسافر نے خوشی سے نعرہ مارا ــ

لوگ احتراماً اٹھ گئے اور انھوں نے حیرت سے اس درویش کو دیکھا جس کا نام بہلول تھا ــ وہ اپنے گدھے سے اترا اور اپنا عصا ٹیکتا درمیان میں آبیٹھا ــ اور بولا ــ "حضرات! میں معذرت خواہ ہوں کہ مجھے یہاں پہنچنے میں تاخیر ہوگئی ــ مجھے اس جھگڑے کی اطلاع مل گئی تھی ــ مگر میں جلدی نہیں آسکتا تھا ــ دراصل میں مقدموں کے فیصلے کرنے کے علاوہ ــ کاشت کاری بھی کرتا ہوں ــ آج جب آپ کا پیغام مجھے ملا تو میں گیہوں کے بیج ابال رہا تھا ــ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ گیہوں کے بیج ابال لیے جائیں ــ تو پیداوار اچھی ہوتی ہے ــ بس وہ بیج ابالتے ابالتے ہی مجھے اتنی دیر ہوگئی ــ میں ایک بار

پھر آپ سے مُعافی کا خواستگار ہوں"۔۔۔

مُقدَّم اور حاضرین حیران ہوئے ۔۔۔ بھٹیارے نے غُصے سے کہا ۔۔۔ "جناب۔۔۔آپ کیسے قاضی ہیں ۔۔۔ جو گیہوں کے بیجوں کو اُبال کر بوتے ہیں ۔۔۔ آپ نے مقدّمے کا فیصلہ کیا کرنا ہے"۔۔۔

"کیوں نہیں جناب۔۔۔میں بالکل درست فیصلہ کروں گا اِنشاءَ اللہ ۔۔۔ اور گیہوں اُبالنے پر آپ کو تعجّب کیوں ہے۔۔۔؟ آپ کے یہاں تو بُھنی ہوئی مُرغیاں بھی انڈوں پر بیٹھتی اور چُوزے نکالتی ہیں ۔۔۔ تو اُبلے ہوئے گیہوں کیوں نہ ہرے ہونگے"

لوگ چونک گئے ۔۔۔ مُقدَّم بھی اپنی جانبداری پر شرمندہ ہوا اور بولا ۔۔۔ "سُبحَانَ اللہ ۔۔۔ حُضور آپ نے تو بات ہی بات میں فیصلہ کر دیا"۔۔۔

"نہیں ابھی فیصلہ ہونا باقی ہے ۔۔۔ اور وہ یہ ہے کہ بھٹیارا اور سوداگر اپنے دل سے رنجش نکال دیں اور دونوں گلے مِلیں ۔۔۔ اور بھٹیارا آئندہ بُھنی ہوئی مُرغیوں کی اولادوں کی قیمت مُسافروں سے نہ وصول کیا کرے"۔۔۔

۲۹

شیخ جُنید بغدادی ۔۔۔ بغداد کی گلیوں میں اپنے مُرِیدوں کے ہمراہ چلے جا رہے تھے ۔۔۔ اچانک انھوں نے مُڑ کر کہا۔۔۔

"آؤ۔ صحرا کی جانب کہ مجھے وہاں کسی سے مِلنا ہے"۔

مُریدوں کو حیرت ہوئی۔ لیکن ان میں سُوال کرنے کی جُرأت نہیں تھی۔ وہ خاموشی سے ان کے عَقب میں چلتے گئے دیکھا کہ اینٹ کے سرہانے پر سر رکھے ایک درویش محوِاِستراحت ہے۔ وہ اپنے آپ میں اس قدر مگن تھا کہ اسے شیخ اور اس کے مُریدوں کے قدموں کی چاپ بھی سُنائی نہیں دی۔

شیخ نے اَدَب سے سلام کیا۔ "حضرت بُہلُول۔ میرا سلام قبول فرمایئے"۔

بُہلُول نے نگاہ اُٹھائی۔ سلام کا جواب دیا اور بولا۔

"تم کون ہو"۔؟؟

"حُضُور۔ میں جُنید بغدادی ہوں"۔ شیخ نے اپنا تعارُف کرایا۔

"اچھّا۔ میں سمجھا۔ تم ہی اَبُو القَاسِم ہو۔ بُہلُول نے سُوال کیا۔

"جی۔ آپ درست سمجھے"۔ شیخ نے ادب سے کہا۔

"سُنا ہے۔ تم لوگوں کو رُوحانی تعلیم دیتے ہو"۔؟ بُہلُول نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ یہ ناچیز اپنی سی کوشش کرتا ہے"۔ شیخ نے عاجزی سے جواب دیا۔

"لوگوں کو تو تم رُوحانی تعلیم دیتے ہو — کیا تمھیں کھانا کھانے کا طریقہ معلوم ہے"—؟ بُہلُول نے پُوچھا—

شیخ چونکے اور پھر سنبھل کر بولے — "میں بِسْمِ اللّٰہ کہہ کر شروع کرتا ہوں— اپنے سامنے سے کھاتا ہوں— چھوٹے چھوٹے لُقمے لیتا ہوں— داہنی طرف مُنہ میں رکھتا ہوں — آہستگی سے چَباتا ہوں — کھانے میں شریک لوگوں کے نوالے نہیں گِنتا — کھانا کھاتے ہُوئے اللّٰہ کی حَمد کرتا ہوں اور — کھانا شروع کرنے سے پہلے اور ختم کرنے کے بعد اپنے ہاتھ دھوتا ہوں"

"واہ بھائی — کیا کہنے" — بُہلُول سر جھٹک کر اُٹھا اور اپنا دامن جھاڑ کر بولا — "تم تو خَلقَت کے مُرشِد بنے پھرتے ہو — اور تم کو ابھی تک کھانا کھانا بھی نہیں آتا"— اُس نے اتنا کہا اور آگے بڑھ گیا—

شیخ کے مُریدوں کو اس کا اس طرح کہنا بہت ناگوار معلوم ہوا — ان میں سے ایک غصّے سے بولا — پیرو مُرشد — یہ بُہلُول تو بالکل پاگل ہے — آپ اس کی بات کا خیال نہ کریں"—

شیخ نے سر ہلایا — "یہ پاگل ضرور ہے — مگر ہزار دانشمندوں پر بھاری ہے — اَصل حَقائِق اِسی کے پاس ہیں — آؤ چلو — اس سے ہمیں بہت کچھ سیکھنا ہے"—

مُرید بادِلِ نخواستہ شیخ کے ساتھ چل پڑے — بُہلُول اپنی

دُھن میں مَست چلتا چلا گیا — شیخ نے اسے نہ پُکارا نہ روکا — یہانتک کہ وہ ایک ویرانے میں جا بیٹھا —

شیخ مُحتاط قدموں سے اس کے قریب پہنچے اور اسے پھر سلام کیا —

بُہلُول نے نِگاہ اُٹھائی — "تم کون ہو" — ؟

"میں شیخ بغدادی ہوں — جو کھانا کھانا بھی نہیں جانتا" انھوں نے اِعتِراف کیا —

بُہلُول نے بے نیازی سے کہا — "کھانا کھانا تو تم کو آتا نہیں — کیا بات کرنا آتا ہے" — ؟؟

"جی — میرا خیال ہے کہ میں کسی حدتک بات کرنی جانتا ہوں" — شیخ نے جِھجک کر جواب دیا۔

"سُبحَانَ اللہ — !!! بتاؤ — تم کِس طرح گُفتگو کرتے ہو" — ؟ بُہلُول نے پوچھا —

"میں اِعتِدال کی حدتک بات کرتا ہوں — بے موقع اور بہت زیادہ نہیں بولتا — سامعین کی عَقل اور سمجھ کے مطابق گفتگو کرتا ہوں — دُنیا والوں کو اللہ اور اس کے رسُول کی طرف بُلاتا ہوں — میں اتنا نہیں بولتا کہ سُننے والے بیزار ہو جائیں — میں اپنی گُفتگو میں ظاہری اور باطنی عُلوم کی باریکیوں کا لحاظ بھی رکھتا ہوں" — شیخ نے کوشش کی اِس مرتبہ کوئی کسر نہ رہ جائے۔

"عجیب شخص ہو تم" — بہلول بیزاری سے اُٹھ کھڑا ہوا —
"کھانا کھانا تو درکنار — تم کو تو بات کرنے کی بھی تمیز نہیں" —
اس نے اپنا دامن جھٹکا اور آگے بڑھ گیا —

مُریدوں کو سخت ناگوار گزرا — انھوں نے گھُور کر دُور جاتے ہوئے بہلُول کی طرف دیکھا اور غصّے سے بولے — "یا شیخ — یہ دیوانہ کِس قدر گُستاخ ہے — اس کو آپ کے عِلم اور مرتبے کا کیا اندازہ اسے اپنے حال پر چھوڑیے اور تشریف لے چلیے" —

"نہیں" — شیخ بغدادی نے کہا — "یہ دیوانہ — دانائی کا خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے — اور مجھے اسی کی حاجت ہے — آؤ میرے ساتھ" —

وہ پھر بہلُول کے پیچھے چل دیے — کچھ دُور تک بہلُول اپنے خیال میں مگن چلتا چلا گیا — پھر اس نے مُڑ کر دیکھا اور بولا — "شیخ بغدادی — تم میرا پیچھا کیوں کر رہے ہو — نہ تم کو کھانا کھانا آتا ہے — نہ گفتگو کے آداب جانتے ہو — شاید سونے کا طور طریقہ بھی تم کو نہیں آتا ہوگا" —

"جیسا مجھے آتا ہے — میں آپ کو بتاتا ہوں" — شیخ نے ادب سے کہا —

"بتاؤ" — ؟ بہلُول نے زمین پر بیٹھتے ہوتے کہا — شیخ بھی بیٹھ گئے اور بولے — "میں جب عشاء کی نماز

پڑھ کر اَوَرَادو وَظائِف سے فارغ ہو جاتا ہوں — تو سونے کے کپڑے پہن لیتا ہوں — اور ان آداب کو جو رسول اللہ ص اور دین کے بزرگوں کے طفیل ہم تک پہنچے ہیں — ملحوظِ خاطِر رکھتا ہوں —

"کمال ہے"۔ بُہلُول نے کہا — "ان حضرت کو تو سونا بھی نہیں آتا"۔ اس نے اُٹھنا چاہا — لیکن شیخ بغدادی نے دامن پکڑ لیا اور منّت کرنے لگے —

"جناب شیخ بُہلُول — خُدا کے لیے تشریف رکھیے اور مجھے وہ سب تعلیم کیجیے جو میں نہیں جانتا — بلاشبہ آپ درست فرماتے ہیں کہ میں کچھ بھی نہیں جانتا" —

بُہلُول مسکرایا — "شیخ — پہلے تم سب جاننے کا دعویٰ رکھتے تھے — اِس لیے میں نے تم سے کنارا کیا — اب تم نے اپنی ناواقفیت کا اعتراف کر لیا ہے — تو تم کو سکھانے میں کوئی حرج نہیں — تو سنو" —

"میں ہمہ تن گوش ہوں" — شیخ بغدادی نے توجّہ سے کہا۔

"تم نے کھانا کھانے کے آداب میں، جو کچھ بیان کیا — وہ سب فرُوعات ہیں — جبکہ اُصول کی اہمیت مُسَلّم ہے — تو کھانا کھانے کی اصل یہ ہے کہ جو کچھ کھایا جائے — وہ حلال اور جائز ہو — اگر حرام غذا کو ایک ہزار آداب کے ساتھ بھی کھایا

جلتے ۔۔۔ تو وہ بے فائدہ ہے اور دل کی تاریکی کا سبب بنتا ہے۔

بُہلول نے بیان کیا ۔۔۔

"سُبْحَانَ اللہ ۔۔۔! آپ نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔"

جُنید نے کہا ۔۔۔

بُہلُول نے اپنی بات جاری رکھی ۔۔۔ "بات کرنے میں سب سے پہلے قَلب کی پاکیزگی اور نیت کا درست ہونا ضروری ہے اور وہ گفتگو خُدا کی خوشنودی کے لیے ہونی چاہیے ۔۔۔ اگر کسی دُنیاوی کام کی غرض سے ہوگی ۔۔۔ تو چاہے کیسے ہی الفاظ چُنے جائیں ۔۔۔ وہ مُصیبت ہی مُصیبت ہے ۔۔۔ اِس لیے خاموشی ہی میں عافیت ہے۔"

"سونے کے بارے میں جو کچھ تم نے بیان کیا ۔۔۔ وہ بھی فروعات ہیں ۔۔۔ اس کی اصل یہ ہے کہ سوتے وقت دل میں کسی بھی مُسلمان سے بُغض، کینہ اور حَسَد نہ ہو ۔۔۔ دِل میں دُنیا اور مالِ دُنیا کا لالچ نہ ہو ۔۔۔ اور سوتے ہوتے خدا کی یاد دل میں ہو۔"

شیخ بغدادی نے بے ساختہ اُٹھ کر بُہلول کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور اُسے دعائیں دیتے ہوئے رُخصت ہوتے ۔۔۔ ان کے جو مُرید بُہلُول کو دیوانہ اور پاگل سمجھ رہے تھے ۔۔۔ انھیں اپنے عمل پر خجالت و شرمندگی ہوئی اور انھوں نے نئے سرے سے اپنے قَلب کی روشنی میں زندگی کو دیکھنا شروع کیا ۔۔۔

عبداللہ مُبارک کے دل میں بُہلول سے مُلاقات کا شوق ہوا — کسی نے بتایا کہ وہ صحرا میں ملے گا — عبداللہ صحرا کی جانب روانہ ہوا — ایک جگہ اس نے بُہلول کو دیکھا کہ ننگے سر، ننگے پاؤں یَا ھُو — یَا ھُو پکار رہا ہے — وہ قریب گیا اور سلام کیا — بُہلول نے سلام کا جواب دیا —

عبداللہ مُبارک بولا — یا شیخ — مجھے کچھ نصیحت کیجیے — مجھے بتائیے کہ زندگی کو گناہوں سے کس طرح پاک کروں — اپنے سرکش نفس سے کس طرح بازی لے جاؤں اور کیوں کر راہِ نجات اختیار کروں" ؟ —

بُہلول نے سادگی سے کہا — " بھائی — جو خود عاجز اور پریشان ہے — اس سے کوئی دُوسرا کیا امید رکھ سکتا ہے — میں تو دیوانہ ہوں — تو جا کر کسی عقلمند کو تلاش کر۔ جو تیری فرمائش پُوری کر سکے" —

عبداللہ نے سینے پر ہاتھ رکھا — " بُہلول — اسی لیے تو یہ ناچیز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہے کہ سچّی بات کہنے کی جُرأت تو صرف دیوانے ہی رکھتے ہیں" —

بُہلول نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش

ہوگیا۔۔۔ عبداللہ منّت خوشامد کرنے لگا۔۔۔ جب اس نے بہت

مجبور کیا۔۔۔ تو بہلول بولا۔۔۔

"عبداللہ۔۔۔ میری چار شرطیں ہیں۔۔۔ اگر تم قبول کرلو۔ تو

میں تمھیں راہِ نجات دکھادوں گا"۔۔۔

"بسر و چشم۔۔۔! چار کیا میں آپ کی چار ہزار شرطیں ماننے

کو تیار ہوں کہ راہِ نجات تو اس میں سستی ہے"۔۔۔ عبداللہ نے

بے صبری سے کہا۔۔۔

"تو پھر سُن"۔ بہلول کہنے لگا۔۔۔ "میری پہلی شرط یہ ہے

کہ جب تو کوئی گناہ کرے یا خدا کے حکم کی نافرمانی کرے۔۔۔ تو

اس کا رزق بھی مت کھا"۔۔۔

عبداللہ گھبرایا۔۔۔ "یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی خدا کا

رزق نہ کھائے"۔۔۔

بہلول بولا۔۔۔ "تو پھر عقلمند آدمی۔۔۔ خدا کی بندگی کا دعویٰ

بھی نہ کرو۔۔۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔۔۔ کہ جس کا کھاؤ اسی کی

نمک حرامی کرو"۔۔۔

عبداللہ نے اعتراف کیا۔۔۔ "آپ سچ فرماتے ہیں۔۔۔ دوسری

شرط بیان کیجیے"۔۔۔

"دوسری شرط یہ ہے کہ جب تو کوئی گناہ کرنا چاہے۔

تو خدا کی زمین سے نکل جا۔ کہ یہ دنیا محضرِ خدا ہے۔۔۔ بہلول

نے کہا۔

"اُف خدایا۔۔! یہ شرط تو بالکل ہی ناقابلِ عمل ہے۔ زمین کے سوا بندہ کہاں رہ سکتا ہے" ۔۔۔ عبداللہ مبارک چلّایا

بہلول بولا ۔۔۔ "عبداللہ اتنا پریشان کیوں ہو رہا ہے۔ کیا تجھ میں ذرہ برابر بھی انصاف نہیں ہے۔۔ کیا تیرے خیال میں یہ صحیح ہے کہ بندہ جس کے مُلک میں رہے۔۔۔ جس کا رِزق کھاتے اور جس کی بندگی کا دعویٰ کرے۔۔۔ اس کی نافرمانی بھی کرے" ۔۔۔؟

عبداللہ نادِم ہوا۔۔ "بہلول بے شک آپ نے سچ فرمایا۔ اب تیسری شرط بھی بیان کیجیے" ۔۔۔

بہلول بولا ۔۔۔ "بھائی تیسری شرط یہ ہے کہ جب تو کوئی گناہ کرنے کا اِرادہ کرے ۔۔۔ یا خدا کی نافرمانی کرنا چاہے۔۔۔ تو کسی ایسی جگہ جاکر کر جہاں خدا تجھے نہ دیکھ سکے ۔۔۔ نہ ہی تیرے حال سے واقف ہو۔۔ جب تجھے کوئی ایسی جگہ مِل جاتے جہاں تجھے خدا نہ دیکھے ۔۔۔ تو پھر جو تیرا دل چاہے کر" ۔۔۔

عبداللہ بے حد پریشان ہوا ۔۔۔ "جناب شیخ بہلول ۔۔۔ یہ شرط بھی ویسی ہی کٹھن اور ناقابلِ عمل ہے ۔۔۔ خدا تو حاضر و ناظر ہے ۔۔۔ وہ عَالِمُ الْغَیْب ہے ۔۔۔ وہ سب کچھ جانتا اور دیکھتا ہے ۔۔۔ تو پھر ایسی کون سی جگہ ہے جو اس سے پوشیدہ اور اوجھل ہے،

"تو عبداللہ! جب تو یہ جانتا ہے ـــــ کہ وہ حاضر و ناظر ہے ـــــ تو پھر کیا کسی بندے کو زیب دیتا ہے کہ وہ خدا کی زمین پر رہے ـــــ اس کا رزق کھاتے ـــــ اور اس کے سامنے ہی اس کی نافرمانی کرے اور پھر بھی اسے بندگی کا دعویٰ ہو ـــــ حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتا ہے ـــــ یہ خیال نہ کرو کہ اللہ اس عمل سے غافل ہے ـــ جو ظالم کرتے ہیں" ـــــ

عبداللہ نے پشیمانی سے کہا ـــــ "بہلول میں لاجواب ہوں ـــــ اب آپ اپنی چوتھی شرط بیان کریں" ـــــ

بہلول کہنے لگا ـــــ "چوتھی شرط یہ ہے کہ جس وقت مَلکُ الموت اچانک تیرے پاس آئے ـــ تاکہ خدا کے امر کو پورا کرے اور تیری رُوح قبض کر کے لے جائے تو تُو اس گھڑی مَلکُ الموت سے کہنا ـــــ "اے مَلکُ الموت ـــ ذرا تو ٹھہر ـــ میں اپنے عزیزوں سے رُخصت ہو لوں ـــــ اور وہ توشہ اپنے ساتھ لے لوں ـــ جو آخرت میں میری نجات کا سبب ہو ـــــ پھر تُو میری رُوح قبض کرنا" ـــــ

"مَلکُ الموت کب کسی کو مُہلت دیتا ہے شیخ بہلول ـــــ یہ آپ نے کیسی کڑی شرط لگا دی ہے" ـــــ عبداللہ مُبارک نے فریاد کی ـــــ

"تو پھر اے دانشمند ـــ اِس دیوانے کی بات سُن ـــ جب تُو

جانتا ہے کہ مَوت سے کسی کو مفر نہیں ـــ مَلکُ المَوت کسی کو مُہلَت نہیں دیتا ـــ گناہوں کے بیچ میں کِسی وقت بھی ـــ مَلکُ المَوت سامنے آن کھڑا ہوتا ہے ـــ پھر ایک سانس کی بھی مُہلَت نہیں ملتی ـــ جیساکہ خُداوندِ عَالَم نے فرمایا ہے ـــ "جس وقت مَوت آئے گی ـــ تو نہ گھڑی بھر کی دیر ہوگی، نہ جلدی" ـــ تو اے عبداللہ ـــ! توکب غفلت سے ہوشیار ہوگا ـــ؟؟ دیکھ غُرور سے دُور رہ اور آخِرت کی فِکر کر ـــ لمبا سفر سامنے ہے اور عُمر بہت مختصر ہے ـــ جو کام اور عمَلِ خَیر آج ہوسکتا ہے ـــ وہ آج ہی کرلو ـــ کیا خبر تُو کل کو نہ دیکھ سکے ـــ جو وقت ہاتھ میں ہے وہی غنیمت ہے ـــ اَعمالِ خیر کی صورت میں آج ہی آخِرت کا توشہ اپنے ہمراہ لے لے ـــ ایسا نہ ہو کہ کل پچھتانا پڑے" ـــ

عبداللہ کا سر جُھکتا چلا گیا اور اس کی زبان گُنگ ہوگئی ـــ بُہلُول نے کہا ـــ "عبداللہ ـــ! تم نے خود ہی مجھ سے نصیحت کرنے کی فرمائش کی تھی ـــ جو تمھیں راہِ نجات دکھادے ـــ تم نے اب سر کیوں جھکالیا ہے ـــ؟ تمھاری زبان پر تالا کیوں پڑگیا ہے تم آج میرے سامنے لاجواب ہوگئے ہو ـــ تو جب کل روزِ حشر تم سے پُوچھ گچھ ہوگی ـــ تو کیا جواب دوگے ـــ یہاں اِس دنیا میں ہی اپنا حساب صاف کرو ـــ تاکہ کل کے خَوف سے پناہ

میں رہو"۔۔۔

عبداللہ نے جُھکا ہوا سر اُٹھایا اور سچّائی سے بولا ۔۔۔
"جناب شیخ بُہلُول ۔۔ میں نے آپ کی نصیحت کو دِل وجان سے سُنا ہے اور اُسے حرزِ جان بنالوں گا۔۔آپ نے مجھے اپنا مُرید بنالیا ہے ۔۔ لوگ تو آپ کو یوں ہی دیوانہ کہتے ہیں ۔۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ آلِ محمدؐ کی صُحبت اور محبّت نے آپ کو یگانۂ روزگار بنادیا ہے ۔۔ آپ پاگل نہیں ۔۔ آلِ محمدؐ کے دیوانے ہیں"۔۔

بُہلُول نے اپنی گُدڑی اُٹھائی اور یہ کہتا ہوا چل پڑا ۔۔
" بندے کو لازم ہے کہ جو کچھ کرے ۔۔ خُدا کے حکم سے کرے اور جو کچھ کہے سُنے خُدا کے حکم سے ۔۔ کیونکہ وہ بندگی کا دعوٰی رکھتا ہے ۔۔ اور خود کو خُدا کا بندہ کہتا ہے"۔۔